دیوانِ مصحفی

مطلع خورشید

یعنی

دیوان نانک

مصنفہ جناب لالہ نانک چند صاحب کھتری المتخلص بہ
نانک لکھنوی

شاگرد خدائے سخن حضرت خورشید مرحوم لکھنوی

حسب فرمائش

بابو گوپال داس صاحب اگروال رئیس بنارس مالک
فرم مسرس بشیشر پرشاد اینڈ سنس بنارس

مطبع سلیمانی پریس محلہ کاکھاٹ شہر بنارس

حضرت نانک لکھنوی

حالاتِ زندگی آپ کا نام لالہ نانک چند صاحب کھتری اور تخلص نانک ہے، وطن آپ کا ہندوستان کا مایۂ ناز شہر لکھنؤ ہے۔ عمر آپ کی ابھی تک کل اکتیس ۳۱ سال کی ہے۔ اور دنیائے شاعری میں قدم رکھتے ہوئے آپ کو صرف دس سال گذرے ہیں، دو برس کامل آپ نے اپنے استاد حضرت رشید مرحوم لکھنوی کی خدمت کی، مگر واہ رے فیضِ صحبت، و قوتِ نفسِ استادی کہ اتنی قلیل مدت میں وہ فیض بخشا کہ آج آپ کا شاگرد چہار دانگ ہند میں مشہور ہو رہا ہے، اور شاگرد بھی وہ جبکہ استاد کی جلالتِ شان کو کبھی نہیں بھولا، اور جا بجا اپنے اشعار میں برابر اسکا اظہار کرتا رہا۔

اگرچہ حضرت نانک غزل گوئی میں بھی بے نظیر ہیں، لیکن مرثیہ گوئی

ان کی حیرت انگیز ترقیاں قابل قدر ہیں،

سب سے زیادہ تعجب کی بات تو یہ ہے کہ آپ فارسی تو درکنار، اردو بھی ایک حرف نہیں جانتے، لیکن اپنے اشعار میں ایسے ایسے معنی خیز الفاظ استعمال فرماتے ہیں جنکو اعلےٰ درجہ کا قابل شخص ہی بول سکتا ہے

آپ کی مرثیہ گوئی کو دیکھو تو اور بھی عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایک اس طرح کا ان پڑھ ہندو اور اسلامی تاریخی واقعات کو ان معلومات کے ساتھ نظم کرے جن سے بہت سے مسلمان بھی بے خبر ہیں کس قدر تعجب خیز امر ہے،

ان حالات پر نظر کرتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ اسطرح کی شاعری میں ملک ہندوستان کے اندر آپ ہی اپنی نظیر ہیں،

قدردانی سخن

بحالات موجودہ میں اپنی ذاتی رائے کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ ایسے شخص کے کلام کی ہندو اور مسلمان دونوں کو قدر کرنی چاہئیے—

ہندوؤں کو تو اس وجہ سے کہ عام طور پر مسلمانوں کا خیال ہے کہ ہندو صاحبان اردو ادب سے بالکل بے بہرہ ہیں، اور خاصکر اس

پُر آشوب زمانہ میں جبکہ ہندی اور اُردو کے جھگڑوں نے ہندؤں کو
اُردو نویسی سے دستکشیدہ کر رکھا ہے، اور یہی یہ اعتقاد راسخ
ہو جاتا ہے۔ پس ایسی حالت میں ایک ہندو شخص کا ادبیات اُردو میں
ترقی کرنا ہندؤں کے نزدیک قابل فخر ہونا چاہئیے، جیسا کہ کسی مسلمان
کے سنسکرت زبان حاصل کرنے سے مسلمانوں کو مسرت ہوتی ہے۔ غالباً اسی
تحصیل زبان کے مسئلہ پر نظر کرتے ہوئے اب ہندو یونیورسٹی بنارس میں
بھی اب اُردو کے مشاعرے ہوا کرتے ہیں،

اور مسلمانوں کو آپ کی قدر اس وجہ سے کرنی چاہئیے کہ ایک غیر مسلم
شخص کے قلم سے مسلمانوں کے اعتقادی مسائل اور کربلا کے تاریخی واقعات
اس خوبصورتی سے نکلیں جن کو بہت سے مسلمان بھی ادا نہ کر سکیں
کس قدر قابل قدر کام اور مسرت کا مقام ہے،

مجھے یہ معلوم کر کے بہت بڑی خوشی ہوئی کہ بہت سے مسلمان آپکی
مرثیہ گوئی کی قدر کرتے ہیں، اور بعض حضرات اسلام نے تو آپ کی قدر دانی
اس حد تک کی کہ آپ کی تقریری بھی اپنے یہاں کر دی، میں غائبانہ
طور سے اس قدر دانی اور حوصلہ افزائی کی نہایت قدر کرتا ہوں،

اور ہندوؤں میں بھی جناب بابو گوپال داس صاحب تپش بنارس اور
ان کے امثال چند صاحب ایسے قدر دان پائے جاتے ہیں جنکی تحریک و
سعی بلیغ سے یہ دیوان چھپ گیا، اور جناب بابو گوپال داس صاحب
موصوف کی قدر دانیوں پر نظر کرتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ
ہندو حضرات بھی میرے مذکورہ بالا کمتر خیال سے غافل نہیں ہیں
اسلئے ایسے حضرات بھی قابل شکریہ اور مبارکباد ہیں ۔

معیار سخن | آخر میں مجھے کچھ آپ کے کلام اور طبیعت خداداد کے
متعلق رائے زنی کرنی ہے کہ آپ کا سخن کس پایہ کا ہے ؟

موجودہ زمانہ میں دو قسم کی اُردو شاعری کا رواج ہے، ایک کو
جدید اور دوسری کو کہنہ رنگ کہتے ہیں ،

یوں تو شاعری کے بہت سے دَور مانے گئے ہیں، لیکن بنظر اختصار
ہم صرف چار دَور مانتے ہیں، یعنی میر و مصحفی سے لیکر ناسخ و آتش تک
ایک دَور، ناسخ و آتش سے لیکر غالب و ذوق تک دوسرا دورہ
غالب و ذوق سے لیکر داغ و امیر تک تیسرا دور ۔

اگرچہ اس تقسیم میں کچھ منفردات اور مستثنیات بھی ہیں، مثلاً

ناسخ مرحوم کو بعض شعراء اردو زبان کا ترقی دینے والا یا مُرمّم لسان کہتے
ہیں، اور میری تقسیم میں غالب و میر ایسے شعراء بھی داخل ہیں جن کی جلالت
شان اور عظمت کلام کا زمانہ مقر ہے، اور حقیقت امر یہ ہے کہ مرزا غالب مرحوم
کا کلام اس پایہ کا ہے جسکے آگے اب کے جدید رنگ والے شاعر بھی سر تسلیم
خم کئے ہوئے ہیں، اور میر ایسا شاعر جس کی شاعری کا غالب ایسے خدائے سخن
کو بھی اقرار تھا، اس لیے کم از کم مرزا غالب کی شاعری کو رنگ کہنہ کا خطاب
نہیں دیا جا سکتا، حضرت غالب کا کلام اب بھی تازہ ہے، مگر میری تقسیم
زمانوں کے اعتبار سے ہے، یعنی ایک زمانہ وہ تھا کہ مصحفی ایسے اساتذہ
کی مضمون آفرینیوں کا ڈنکا تھا، اور ایک وہ وقت آیا کہ ناسخ وغیرہ
ایسے شاعروں کی شاعری نے ملک سے تحسین و آفریں کا خراج لیا۔
بعد کو ایک دور وہ آیا کہ ناسخ وغیرہ کے بجائے ملک غالب و ذوق کے
کلام کا دلدادہ ہو گیا، مگر ان دونوں زمانوں کے بعد ایک دور وہ
آتا ہے جسکو داغ و امیر کا زمانہ کہتے ہیں، اس دور کی شاعری نے تو
اپنے پہلے دوروں کی شاعری کو پرانے رنگ کا خطاب دیا، اور
خود اردو زبان کا مرمّم بن گیا، اور اب سے زبان کی شاعری کہی جانے لگی

اس کے بعد پھر ایک دورِ جدید آتا ہے، جو اپنے کو جدید شاعری کا موجد کہتا ہے، اور میرے نزدیک یہی شاعری کا چوتھا دور ہے جو اس وقت موجود ہے،

جدید رنگ کی شاعری کا کیا معیار ہے؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے اور ابھی تک اس کی حقیقت معرضِ بیان میں نہیں آئی ہے۔ مگر میرے نزدیک یہ ہے کہ گذشتہ اُردو شاعری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، جدّتِ بیان اور جدّتِ الفاظ کے ساتھ (جس میں مصوّری و محاکاتِ واقعات بھی داخل ہیں) اظہارِ جذبات و خیالات کرنا۔ بس یہی جدید رنگ ہے۔

اور لطف یہ ہے کہ حضرت ناتکؔ کے کلام میں امیرؔ و داغؔ کے دور کا رنگ بھی شامل ہے جو ابھی تک متروک نہیں ہوا ہے، اور زیادہ تر مُلک میں اسی شاعری کا رواج ہے، اور موجودہ جدید رنگ بھی شامل ہے، غرض یہ ہے کہ آپ ہمہ صفت موصوف ہیں۔

"خوبیِ کلام" کی ایک بحث اور رہ گئی، اُسکو عمداً ترک کرتا ہوں اسلئے کہ سخن فہم اور نکتہ داں حضرات اس دیوان کو پڑھکر خود ہی اندازہ کرلینگے کہ حضرت ناتکؔ کا کلام کس پایہ کا ہے، عیاں را چہ بیاں،

از نجابت حسین جلیسؔ بنارسی

تاریخ طبع دیوان نانک یعنی مطلع خورشید

از حضرت عیش بنارسی

شکرِ افضالِ کردگارِ مجید — جسنے دکھلایا ہمکو روزِ سعید
یعنی دیوانِ حضرتِ نانک — جسکو کہتے ہیں مطلعِ خورشید
ہوگیا طبع شان و شوکت سے — ہوئی شاملِ خدا کی جب تائید
عیش ہجری ہو اور عیسوی سن — لکھو تاریخ چھوڑ دو تمہید
نظمِ رنگیں ہے آفتابِ عُلو — کیا چھپا یہ بھی مطلعِ خورشید
سنہ ۱۹۲۵ء — سنہ ۱۳۴۳ھ

مطلع خورشید

جمالِ حضرتِ یوسف میں تیرا نور پنہاں تھا
زلیخا نے کیا تھا چاک جس کو تیرا داماں تھا

اسیری میں بھی اک ہنگامۂ پیشکش کا ساماں تھا
بس آنکھیں بند کیں اور سامنے صحنِ گلستاں تھا

ہر اک قطرہ مرے آنسو کا وقفِ سوزِ پنہاں تھا
لگی تھی آگ دل میں اور بجھانے کا نہ ساماں تھا

کوئی محوِ تماشا ہو گیا تھا مسکرانے پر
وگرنہ تیر دل سے کھینچنا قاتل کو آساں تھا

پریشاں دل میں کچھ ایسی کشش تھی جذبِ الفت کی
کہ بوئے پیرہن آئی تھی کتنی دور کنعاں تھا

علاجِ دردِ دل عیسیٰ اگر آتے تو کیا کرتے
طبیب اپنا ہی قاتل تھا جو کہ اپنا دشمنِ جاں تھا

ہجومِ حشر دیکھا اور تماشا گاہِ دنیا بھی
تماشائی تمہارے سب تھے کس کا کون پرساں تھا

تو ہی تو تھا تیری خلوت کے یہ سارے کرشمے ہیں
حقیقت میں زلیخا تھی نہ یوسف تھا نہ زنداں تھا

نگاہیں چار ہوتے ہی نہ پوچھو مجھ پہ کیا گذری
وہ بزمِ عیش تھی یا میرے مرجانے کا ساماں تھا

کھلا رازِ نہاں آئینۂ حیرت میں جب دیکھا
کہ عاشق ہی سراپا جلوۂ تصویرِ جاناں تھا

جنونِ عشق میں اے زلیخا کو خبر کب تھی
یہ دامن تھا کسی کا یا وہی اپنا گریباں تھا

بھی اک مشغلہ تھا قیدِ تنہائی میں اے نانک
کہ آنکھیں تھیں مری اور روزنِ دیوارِ زنداں تھا

دل میں نانک یادِ خدا تھی پیشِ نظر بت خانہ تھا
ہوش کی ساری باتیں تھیں ظاہر میں مگر دیوانہ تھا

سب کچھ تھا اک چاہ میں پنہاں، جس کا جو افسانہ تھا
دونوں جہاں کی اُس کو خبر تھی آپ سے جو بیگانہ تھا

اہلِ نظر گر دیکھتے شب کو روشن دنیا عشق کی تھی،
یوں تو لحد پر کوئی نہ تھا ہاں شمع تھی یا پروانہ تھا

ہے حد بھی فریب دہر کی کوئی، مرتے مرتے یہ نہ کھلا
تھا دوست یہاں جو دشمن تھا، آخر میں وہی بیگانہ تھا

اللہ رے جنوں کی تاثیریں آبادی ہو یا صحرا ہو
بس آنکھ اُٹھائی جس جانب تا حدِ نظر ویرانہ تھا

نام صفائی رکھ لیئے ہم نے ورنہ حاصل تو یہ ہے ای دل
اُسکے ہی عکسِ رُخ سے تھے دونوں شمع تھی یا پروانہ تھا

محفل سے گُلرویوں کی کیوں خاک نشیں اُٹھوائے گئے
گلشن حسن و عشق میں یارب سبزہ کب بیگانہ تھا

آخر آخر بنتے بنتے بن گیا رنگیں کس درجہ،

اوّل اوّل آہ جو اپنا سادہ سا افسانہ تھا
ارمانوں سے دل کی زینت تھی خوں اُن کا کیا کس ظالم نے
ماتم کی صدائیں آئیں وہاں سے عیش کا جو کاشانہ تھا
رازِ فنا کے دیکھنے والے گورِ غریباں تک آئے
ذرّہ ذرّہ خاک کا میری عبرت کا افسانہ تھا
عہد میں اپنے ہم نے نانکؔ دیر میں کعبہ دیکھا ہے
کوئی زمانہ ایسا بھی تھا کعبہ جب بت خانہ تھا

نانکؔ یہ اوج ہوگا مرے تیرِ آہ کا
کب کام ہے یہ اے مرے خالق گناہ کا
ثابت ہوا یہ گردشِ لیل و نہار سے
جو دیکھنے کو آئے وہ باچشمِ تر گئے
جاتا ہوں یوں میں داورِ محشر کے سامنے
ارمانِ شوقِ دل بڑھا تعظیم کے لیے
دردِ جگر کو کیوں نہ دعاؤں میں بھر لیں
محشر میں تھا کرشمۂ رحمت یہ دید کی

زخمی کرے گا دل فلک کینہ خواہ کا
پوچھو بتوں سے حال حرم کی راہ کا
آنکھوں میں ہے طلسم فریبِ دنیا کا
منظر عجیب تھا مرے حالِ تباہ کا
گردن جھکی ہے بار سے سر پہ گناہ کا
آتے جو دیکھا تیر کسی کی نگاہ کا
پیمان یہی ہے اک مرے حالِ تباہ کا
ہر لفظ پھول بن گیا فردِ گناہ کا

کوئی بتاں میں ہوتی ہیں کیوں ہم پہ سختیاں
کعبہ میں بھی مقام نہیں کیا پناہ کا

مانی نے ایسی کونسی کوشش تھی جو نہ کی
نقشہ نہ کھینچ سکا میرے حال تباہ کا

ناتک وہ شعر پڑھ کے زمین سخن سے ملے
اک شور ہو مشاعرہ میں واہ واہ کا

ایسی ہوشیاری سے بہتر تھا جو میں بیہوش تھا
ہائے وہ ظالم ابھی تو مجھ سے ہم آغوش تھا

اہل عصیاں کو کہاں پیغام مغفرت کا ہوش تھا
اب بھی ہیں جنت میں یہ تیرے کرم کا جوش تھا

کوئی غرق بحر حیرت تھا کوئی بیہوش تھا
آئینہ بھی دیکھ کر صورت تری خاموش تھا

میں عروس مرگ سے مقتل میں ہم آغوش تھا
گو تمنا ہی آئی لیکن کفن بردوش تھا

لے لیا تھا رحمتوں نے عاصیوں کو دور میں
اپنے بندوں کا وہ خود محشر میں پردہ پوش تھا

حسن کا چھایا ہوا تمہارے سب سے پا ناتک
اپنی صورت دیکھ کر وہ آپ ہی خاموش تھا

دید کے قابل تھا وہ منظر بھی سینہ میں کہ جب
دل بھی ناوک کا اور ناوک دل سے ہم آغوش تھا

حضرت موسیٰ تھے خود بیہوش کوہ طور پر
دیکھنا تجھ کو نظر بھر کر یہ کس کو ہوش تھا

وسعت قدرت منظر قدرت تھے سرگرم ثنا
اپنی صناعی پہ صورت آفریں خاموش تھا

کوئی تاب دیکھنے کی کیا دیکھتا جلوہ رخ پر نور کا
محفل تمہارے حسن کے آگے چراغ ہوش تھا

حشر میں بھی کہا ناتک صدق لاشے کے ساتھ
کوئی گریاں تھا کوئی نالاں کوئی خاموش تھا

[illegible] ساماں کا
[illegible] جب کھل گیا چاک گریباں کا

کسی کے ہاتھ میں تلوار ہے اللہ ری بیتابی
کھلا جاتا ہے شوقِ قتل میں تکمہ گریباں کا

چمکنا وہ دُرانی شکل میں تاروں کا گردوں پر
وہ میرے سامنے آنا شبِ تاریک ہجراں کا

اگر تم بے نقاب آؤ تو کل قبریں چمک اٹھیں
سماں ہو رات کو گورِ غریباں میں چراغاں کا

کوئی وحشی گیسو مر گیا شاید، وہ آئیں گے
چلو دیوانگانِ عشق در کھلتا ہے زنداں کا

ازل کے روز سے خوئے عشق ہے جامہ دریٔ وحشت
صریرِ کلک تھا آوازہ میرے چاکِ گریباں کا

کسی کو بھی ہوا ہے سعیِ لا حاصل سے کچھ حاصل
جدا ہونا بہت مشکل ہے میرے دل سے پیکاں کا

شبِ فرقت میں تارے مجھ پہ ہنسکر کیا بتاتے ہیں
سماں دیکھے ہوئے ہوں یار کی زلفِ پریشاں کا

ہوائے کوچۂ قاتل میں یہ طرفہ اثر دیکھا
ہو ایک ایک قدم پر خشک ہو جاتا ہے انساں کا

نہ پوچھو حالتِ قلبِ زلیخا تجھ پر یہ سب ہے
کہ اک ٹوٹا ہوا تکمہ ہے یوسف کے گریباں کا

معاذ اللہ اسیروں سے بڑی صیاد کو ضد ہے
قفس میں بند کر کے ذکر کرتا ہے گلستاں کا

مجھے وحشت نے اتنا تنگ کیا ہے خوگرِ ایذا
مزا دیتا ہے چبھنا پاؤں میں خارِ بیاباں کا

گھٹ رہا تھا دم شبِ فرقت میں لیکن صبر تھا
تا زباں نالہ نہ آیا دل پہ ایسا جبر تھا

جب نہ کچھ چارہ رہا اسکو بتایا ہاتف نے
اسکے کوچہ میں جو کچھ اپنا نشاں قبر تھا

مر گیا گو صدمۂ فرقت سے لیکن اُف نہ کی
عاشقِ شیدا میں تیرے انتہا کا صبر تھا

زاہد وا اُسوقت میں کیونکر نہ پیتا شوق سے
انتہا جور و ستم کی ہے تمہارے یا نہیں

موسم باراں تھا اور گرد دل پہ ہلکا ابر تھا
آہ و نالہ تا زباں آیا نہ جب تک صبر تھا

درد و غم نے بے طرح تڑپا دیا نانک مجھے
کون کہتا ہے شب فرقت میں دل پر جبر تھا

دم لبوں تک تو ذرا آنے دو شیدائی کا
پھر بتاؤنگا تمہیں وقت مسیحائی کا

حال کیا پوچھتے ہو انجمن آرائی کا
دل ہے ٹوٹا ہوا تارا شب تنہائی کا

حال معلوم نہ تھا صبح کی انگڑائی کا
مفت گردن پہ لیا خون تماشائی کا

دل کے جذبات کا اظہار تو دشوار نہیں
صرف آتا ہے خیال آپکی رسوائی کا

در و دیوار سے ملتا ہے گلے خوش ہو کر
بڑھتا جاتا ہے جنوں آپ کے سودائی کا

بیکسی ہے وہی مرقد میں وہی تاریکی
ساتھ چھوٹا نہ یہاں بھی شب تنہائی کا

بھر گئی کانوں میں آواز شکست رگ دل
وہ سماں یاد ہے ابتک تری انگڑائی کا

او زمانہ کے نظر بازوں سے چھپنے والے
ہم بھی سنتے ہیں فسانہ تری رعنائی کا

دل بھی سینے میں سحر سے نہیں ہوتا معلوم
کون افسانہ سُنے رات کی تنہائی کا

حسن نے روز ازل خود ہی اُٹھایا پردہ
نام بدنام ہوا مفت تماشائی کا

دل بیکس تری حالت پہ خدا رحم کرے
اب گیا ہاتھ سے موقعہ بھی شکیبائی کا

آنکھ سے آ کے رُکا ہے سرِ مژگاں آنسو
دن سے نکلا ہے ستارہ شبِ تنہائی کا

دلِ پُر داغ چلا مجھ سے یہ کہکر ناٹک
ساتھ دیتے دو ہیں اب لالۂ صحرائی کا

ترا مریض اگر مائلِ فغاں ہوتا
صدا سے نالے کے بے چین اک جہاں ہوتا

صبا کے دوش پہ مٹ نے اگر رواں ہوتا
مرا غبار نہ جانے کہاں کہاں ہوتا

خوشی کی بات ہے دل لیکے آپ خوش تو ہوے
ہمارے پاس جو ہوتا تو رائگاں ہوتا

ہے جسکی لاگ یہ ہر وقت تاک میں بجلی
وہ ایک پھول فقط زیبِ آشیاں ہوتا

وہاں زخم نمک خوار ہیں ترے قاتل
وگرنہ درد میں پھر یہ مزا کہاں ہوتا

یہ بات اور ہے ظاہر میں تو جدا رہتا
نہیں تو میں وہیں ہوتا کہ تو جہاں ہوتا

جو تم کو چاہنے کی ہم نہ ابتدا کرتے
تو حسن و عشق میں یہ ربط پھر کہاں ہوتا

طواف کعبہ سے کیا فائدہ غرض تو یہ تھی
کہ عمر بھر مرا سر تیرا آستاں ہوتا

جو ہوتی مرگ سے وابستہ وصل کی اُمید
ترے مریض کا جینا عذابِ جاں ہوتا

اُٹھائے لیتے ہو کیوں ہاتھ چارہ سازی سے
یہ دل نہ ہوتا تو پھر درد دل کہاں ہوتا

سبھی جہاں میں حسینوں کا پاس کرتے ہیں
تم ہوتے دوست تو دشمن نہ آسماں ہوتا

فروغ حسن سے پیدا ہوئی ہے عشق کی آگ
جو تم نہ ہوتے تو دنیا میں ہیں کہاں ہوتا

نہ جانے کون ستم ڈھاتا چرخ ای نانک
ہو اُن کی طرح سے یہ پیر و جواں ہوتا

تنِ خاکی میں دلا روح کا جلوہ دیکھا
دامنِ گرد میں خورشید کو اخفا دیکھا

جو تماشا ہمیں آنکھوں نے دکھایا دیکھا
کیا کہیں عالمِ ایجاد میں کیا کیا دیکھا

صورتِ نقشِ قدم رہ گئے مٹتے مٹتے
خاکساروں کا حضور آپ نے نقشہ دیکھا

جیتے جی کے ہیں یہ جتنے ہیں سب احباب و عزیز
وقتِ مشکل میں نہیں کوئی کسی کا دیکھا

جلوۂ نور پکارا جو گرے غش کھا کر
لن ترانی کو سری حضرتِ موسیٰ دیکھا

جی گیا ہجر میں بیمارِ محبت مر کے
ملک الموت میں اندازِ مسیحا دیکھا

رہ گیا داغِ جگر بن کے مرے سینے میں
سوزِ غم نے نہ نکلنے کا جو رستا دیکھا

کہدیا حالِ دلِ زار بلا جو نانک
بیخودی یہ تھی کہ اپنا نہ پرایا دیکھا

اُن کی نظر پھری تو خلاف اک جہاں ہوا
دشمن ہوئی زمین عدو آسماں ہوا

مہماں سرا فراق میں دل کا مکاں ہوا
رخصت ہوا جو درد تو غم میہماں ہوا

تربت سے اپنی سوزِ محبت عیاں ہوا
ہر ذرہ آفتابِ قیامت نشاں ہوا

سر جسم سے جدا جو دمِ امتحاں ہوا
اچھا ہوا جو دور یہ بارِ گراں ہوا

درد و غمِ فراق سے یہ ناتواں ہوا
احباب کو نہ میرا جنازہ گراں ہوا

تنہا جو بعد مرگ چلا جانبِ عدم — رنج و الم کا ساتھ مرے کارواں ہوا

وہ آکے میری قبر کو پامال کر گئے — مٹنا بھی میرا باعثِ نام و نشاں ہوا

باغ جہاں میں بلبلِ خانہ بدوش ہوں — جس شاخ پر بسر کی وہی آشیاں ہوا

ملکِ عدم بھی ہے عجب آرام کی جگہ — مصروفِ خواب آکے ہر اک کارواں ہوا

احباب لائے اُسکی گلی تک کشاں کشاں — آگے مگر نہ میرا جنازہ رواں ہوا

نانک لحد میں آکے نکیرین پھر گئے
نامِ رسولِ پاک جو وردِ زباں ہوا

نہ رکھنا اسکو کعبہ میں نہ بتخانہ میں رکھ دینا — مرا آئینۂ دل اپنے کاشانہ میں رکھدینا

پسِ مردن نہ کعبہ میں نہ بتخانہ میں رکھدینا — جنوں نے مجھکو مارا لاش ویرانہ میں رکھدینا

رُلائیگی بہت ہر اہلِ دل کو بیکسی اسکی — دلِ پُر داغ کو میرے عزاخانہ میں رکھدینا

نہ سمجھو انکو پتھر یہ دلِ نازک کے ٹکڑے ہیں — کبھی لیجاکے بھولے سے نہ بتخانہ میں رکھدینا

نہ کھلنے پائے اپنی داستاں رازِ محبت کی — کسی کا اسم فرضی میرے افسانہ میں رکھدینا

اذیت پہنچے جب عالم کو اسکے سوز سے نانک
دلِ سوزاں کو تربت کے سیہ خانہ میں رکھدینا

زیبِ آغوش نہیں جب سے وہ مہرو اپنا — دردِ فرقت سے بھرا رہتا ہے پہلو اپنا

میرے آئینۂ دل سے نہ خجل ہو جائے
سر اٹھائے نہ حباب آ کے لب جو اپنا

ساغر مے جو نہیں ہے نہ سہی اے ساقی
جام جمشید سے بہتر ہے چلو اپنا

صدمۂ درد جدائی سے اب اے جان جہاں
پہلوے گور ہوا ہے مجھے پہلو اپنا

دل بیتاب لگے رونے سے نکلتا تو سہی
حیف ارماں نہ ہوا آنکھ میں آنسو اپنا

کعبہ و دیر پہ موقوف نہیں کچھ ناٹک
جلوہ ہر شے میں دکھاتا ہے وہ ہر سو اپنا

ہم نے کسے وحشی ترا اے جاں نہیں دیکھا
ہے کون جسے چاک گریباں نہیں دیکھا

وحشت کی خوشی یا غم ہجراں نہیں دیکھا
ان آنکھوں سے کیا گردش دوراں نہیں دیکھا

یہ وصل کی شب کا کہیں ساماں نہیں دیکھا
پھر باتیں ہوا پردے میں یہ عنواں نہیں دیکھا

جمعیت خاطر کبھی ہے زلفیں بھی بنا دو
ہاں تم نے مرا حال پریشاں نہیں دیکھا

کیا کیا نہ کئے جور و ستم اہل وفا پر
لیکن کبھی ظالم کو پشیماں نہیں دیکھا

جب حال جناں پوچھئے کہتا ہے یہ زاہد
کیا تو نے کبھی کوچۂ جاناں نہیں دیکھا

دیوانے ترے قید سے ہمیشہ رہے آزاد
صحرا میں اجل آ گئی زنداں نہیں دیکھا

جاتا ہی نہیں خانۂ دل سے غم فرقت
اے عشق اس انداز کا مہماں نہیں دیکھا

جس دن سے گئے دفن مجھے کر کے عدو دوست
پھر کبھی سوے گور غریباں نہیں دیکھا

کیونکر اسی انداز سے آئے گی جہاں میں
کہ دے کوئی دیکھے دل پر داغ ہمارا
عشاق کے ماتم میں سیہ آندھیاں ہیں

تم کو تو قیامت نے خراماں نہیں دیکھا
کہتے ہیں جو اس بت سے چھپا غنچہ نہیں دیکھا
لیکن تری زلفوں کو پریشاں نہیں دیکھا

اشعار مرے سنکے یہ سب کہتے ہیں ناتک
ایسا کوئی خوش فکر سخندان نہیں دیکھا

جدا وہ سر سے میرے زانوئے دلدار ہو جانا
وہ موت آنا خیال ابروئے دلدار ہو جانا
ہوا یوں وصل کا وعدہ سر شغل انتظار نہیں
لحد تک پھر نہ آیا ہوش اس جلوہ سے اک ہوشی
ازل کے روز وجہ مرگ یہ لکھی گئی میری
کہ یہ مشتاق تصویر آپکی فرقت میں آتی ہے

وہ بیہوشی میں ظاہر موت کے آثار ہو جانا
وہ گھر بیٹھے امیدوں پر رواں تلوار ہو جانا
ادھر اٹھ ادا آنکھوں میں ادھر اقرار ہو جانا
اسے کہتے ہیں دیکھو طالب دیدار ہو جانا
پیام موت ہوگا عشق کا اظہار ہو جانا
بس آنکھیں بند کرنا آپکا دیدار ہو جانا

وہ کھاوے پیٹکے سخن کا معرکہ ہو نہ سے تو وہ ناتک
زبان کند کا چلتی ہوئی تلوار ہو جانا

کوئی کہتا ہے [illegible] چشم [illegible] سے چلا
فصل گل میں رہا کیا کیا [illegible] جنوں

[illegible] جو چلا [illegible] سے ملا
[illegible] نہ مرا [illegible] بات ملا

روکے فرقت میں تری غرق کیا عالم کو
دیکھکر اسکی بہار اہل چمن ہوں گے خجل
لطف ای پردہ نشیں آبلہ پا جانتا ہے
انتشار اور بڑھا دل کو میری سینہ میں

لطف طوفاں کا مجھے دیدۂ گریاں سے ملا
دل پُر داغ کو میرے نہ گلستاں سے ملا
دشت گردی میں جو کچھ خاربیاں سے ملا
خواب میں بھی جو تری زلف پریشاں سے ملا

جب بڑھا دل کو مرے شوق شہادت نانک
جا کے مقتل میں گلے خنجر بُرّاں سے ملا،

اُس ستمگر کو مرے جوشِ جنوں پر ناز تھا
راز اُلفت کسنے کھولا اور کیونکر کھل گیا
میکشی کا ای اس پردہ میں زاہد تھا مقر
دیکھتا اِک عمر کے بعد انتہای دشتِ نجد
قُم کہا اور ایک ٹھوکر سے جلای سیکڑوں

ساری دیوانوں میں میں اسواسطے ممتاز تھا
کون سینہ میں مرے دل کے سوا ہمراز تھا
فصل گل کا کچھ عجب توبہ شکن انداز تھا
تیری وحشت کا تو ای مجنوں ابھی آغاز تھا
کیا کرامت لب میں تھی کیا پاؤں میں اعجاز تھا

وای قسمت تھی ابھی کل تک عنایت کی نظر
آج اے نانک کچھ اُسکا اور ہی انداز تھا

مزاج جوں کسی کے گیسوی پُرشکن کا
صحرا میں [illegible] صحرا کیسے ہیں مہمانی،

پُر پیچ ہے سراپا جو نقطہ ہے سخن کا،
حاصل ہی لطف مجھکو غربت میں بھی وطن کا

آنکھوں سے اشک نکلے دیکھا جو سوئی گردوں
جوشِ جنوں میں ای دل ہرگز کمی نہ ہوگی
دیکھے ستارے روشن شب کو جو آسماں پہ
غربت میں جب ملیگا ای دل کوئی آشنا سا
ای شُعلہ رو نہیں ہے پروانے کا اگر غم

مجھکو خیال آیا غربت میں جب وطن کا
باقی رہیگا جب تک اک تار پیرہن کا
کیا کیا خیال آیا اُس بت کی انجمن کا
پوچھیں گے حال اُس سے ہر ایک ہموطن کا
تھمتا نہیں ہی آنسو کیوں شمعِ انجمن کا

سوزِ الم سے جسکے جلتا ہے خلق کا دل
پروانہ ہوں میں نانک اُس شمعِ انجمن کا

نہیں شکوہ جفاے نازنیں کا
ہوا پھر عشق دل کو اک حسیں کا
پھنسا کر حلقۂ گیسو میں مجھ کو
سوا درد و الم کے ہجر کی شب
شکستہ ہو گیا رنج و الم سے
مرے نالوں کی اللہ رے رسائی
جگر پر یوں لگا اے شوخ ناوک
دوا ہر درد کی ممکن ہے نانک

نوشتہ مٹ نہیں سکتا جبیں کا
خدا حافظ ہے اب جانِ حزیں کا
دل مضطر نہ رکھے گا کہیں کا
کوئی پرساں نہیں جانِ حزیں کا
دل نازک ترے اندوہگیں کا
ہر اک دربان ہے عرش بریں کا
کہ دل سے شور اُٹھے آفریں کا
نہیں لیکن علاج اُنکی نہیں کا

شب ہجر اب بھی نانک وہیں اضطراب ہوتا
مری آنکھوں میں جو مہماں کبھی آکے خواب ہوتا

تری بے رخی سے ظالم ہے خلاف ایک عالم
نہ تری نگاہ پھرتی نہ یہ انقلاب ہوتا

وہ ستم کبھی مجھ پہ کرتے تو نرالے سب یہ ہوتے
کوئی انتخاب ہوتا کوئی لاجواب ہوتا

اسے عاشقوں سے اپنے یہ حجاب کا سبب ہے
کوئی ہوش میں نہ رہتا جو وہ بے نقاب ہوتا

میں تڑپ کے مر بھی جاتا تو زباں سے اُف نہ کرتا
شب ہجر لاکھ دل کو مرے اضطراب ہوتا

یہ سبب ہے التجا کا کہ نہیں جواب تیرا
نہ سوال تجھ سے کرتے جو ترا جواب ہوتا

کبھی پھوٹتا ابھر کر کبھی پھوٹ کر ابھرتا
اگر آبلہ جگر کا صفت حباب ہوتا

مرے داغ دل دکھاتے جو کبھی فروغ نانک
کوئی ماہتاب ہوتا کوئی آفتاب ہوتا

عشق کا تیرے ستمگر یہ نتیجہ نکلا
دل کو بت خانہ سمجھتے تھے وہ کعبہ نکلا

ہوں وہ وحشی جو سوئے دشت کبھی جا نکلا
رہنمائی کے لیئے عشق کسی کا نکلا

میں وہ عاجز ہوں جو لیلی کے مقابل آیا
میرا اور قیس کا بس ایک ہی نقشہ نکلا

ہوں وہ وحشی کہ بس مرگ سر ماتم میں
چاک اک بار گریبان سحر کا نکلا

حشر میں جب مرے اعمال تلے او نانک
تو گراں رحمت معبود کا پلہ نکلا

بحرِ غم میں ہے تلاطم دلِ مضطر نہ ملا
کشتیِ عمرِ رواں کا ہے مجھے لنگر نہ ملا

نامۂ یار ابھی دے کے گیا ہے قاصد
کس زباں سے میں کہوں مجھکو پیمبر نہ ملا

زاہدا بادہ کشی کو جو برا کہتے تھے
حشر کے دن انھیں جامِ مئے کوثر نہ ملا

شہرۂ مہرِ قیامت تھا اُسے بھی دیکھا
ہاں مگر ثانیِ داغِ دلِ مضطر نہ ملا

رات کو شمع پہ جل جل کے مرے تھے لاکھوں
صبح کو بزم میں پروانوں کا اک پر نہ ملا

ایک وہ ہیں جنھیں ساقی نے دیئے جام پہ جام
ایک ہم ہیں کہ کہیں ایک بھی ساغر نہ ملا

نہ ہوئی صبحِ شبِ ہجر تو مر جاؤں گا
سلسلہ رات سے اُس گیسوئے دلبر نہ ملا

ناز کیونکر نہ ہو ناظر کہ ہوں شاگردِ رشید
اِن کا ثانی مجھے دنیا میں سخنور نہ ملا

بڑھ گیا ہے سوز پیہم عاشقِ دلگیر کا
حلقہ حلقہ جل رہا ہے پاؤں کی زنجیر کا

طائرِ دل آج اُڑنے کے لیے تیار ہے
لگ گیا ہے پر اسے کوئی تمہارے تیر کا

کان تک جس کے صدا پہنچی وہ دیوانہ ہوا
کیا جنوں انگیز ہے نالہ مری زنجیر کا

کیا عجب ہے موت اسکی یاد کرتی ہو اسے
لے رہا ہے ہچکیاں بسمل تری شمشیر کا

ہوتے ہیں برہم خدا جانے سمجھتے ہیں وہ کیا
شکوہ کرتا ہوں جو اُنکے سامنے تقدیر کا

دشتِ وحشت میں جو میری ناتوانی دیکھتا
رنگ مثلِ ہوش اُڑتا قیس کی تصویر کا

نالۂ دل سوز اے نانک کرونگا اس طرح
نرم ہو جائیگا دل آج اس بت بے پیر کا

یہ ظلم و ستم بانیِ بیداد نہ کرنا
لیکر دلِ ناشاد کو برباد نہ کرنا

کیا تم سے کھنچے گی مرے محبوب کی تصویر
یہ قصد کبھی مانی و بہزاد نہ کرنا

زنداں میں اسیروں سے وہ کہہ جاتے ہیں کر
گر پاس محبت ہے تو فریاد نہ کرنا

مجھ سے یہ پس مرگ کہا اہل وفا نے
اب رُخ بھی سوئے عالم ایجاد نہ کرنا

اے ضبط ترے ہاتھ ہے اس بزم میں عزت
یہ حکم وہ فرماتے ہیں فریاد نہ کرنا

کرنا نہ شب وصل کہیں شکوۂ فرقت
ایسا تو غضب اے دل ناشاد نہ کرنا

جائینگے کہاں چھُٹ کے اسیرانِ محبت
بہتر ہے کہ انکو کبھی آزاد نہ کرنا

یہ کہہ کے غمِ ہجر میں چپ ہو گیا کوئی
اے بھولنے والے تو ہمیں یاد نہ کرنا

تو خلق میں نانک کے لیے خلق ہوئی ہے
اے قوت نظم اور کی امداد نہ کرنا

کیا قیامت ہے کہ پروانہ تو مایوس رہا
ہم بغل شمع سے ہر رات کو فانوس رہا

مثل سبزہ نہ چھٹا دل تری پامالی سے
صفتِ رنگ حنا اس کے قدم بوس رہا

جوش وحشت میں جو میں دشت نوردی کو چلا
خار صحرا مرے ہر گام پہ پابوس رہا

واے اے شوقِ اسیری کہ پسِ مردن بھی
طائرِ دل قفسِ جسم میں محبوس رہا

دل بیتاب کا آیا نہ خیال اے نانک
دردِ پہلو میں جگر سے مرے مانوس رہا

کسی بیداد گر کے جور کا حد سے گذر جانا
محبت میں کسی کا جان دیکر نام کر جانا

تلاشِ یار میں دیوانے یوں صحرا میں پھرتے ہیں
جگر تھامے ہوئے اپنا اِدھر آنا اُدھر جانا

گلی تک آپ کی اس طرح سے آیا ہے یہ لاغر
کبھی دو اِک قدم چلنا کبھی دم بھر ٹھہر جانا

تمہاری چال کا انداز مستانہ یہ کہتا ہے
خرامِ ناز سے محشر بپا کرنا جدھر جانا

ابھی نادان ہو مانو نہ مانو کہہ دیا ہم نے
نہیں اچھا ہے دونوں وقت ملتے بام پر جانا

نہ آئیں وہ تو اے نانک کوئی تصویر بھجوا دیں
اگر وہ چاہتے ہیں قلبِ مضطر کا ٹھہر جانا

مجھکو اک عرصہ تڑپتے مثلِ بلبل ہو چکا
اب مرا جینا تری فرقت میں اے گل ہو چکا

ہیں گدائی کے ارادے بھی تھی پابندی ایسا
جب قناعت پر قناعت کی توکل ہو چکا

ذرّہ ذرّہ باغ کا جب سے اطاعت میں تری
خونِ بلبل کا یہاں افسانہ اے گل ہو چکا

کہہ رہی ہے نوحہ خوانی عندلیبِ زار کی
لو خزاں کی فصل آئی موسمِ گل ہو چکا

قتل کر قاتل وگرنہ خودکشی کرتا ہوں میں
جان دینے میں مجھے بس اب تامل ہو چکا

روز موت اگر سر بالیں یہ دیتی ہے صدا — غافلو ہشیار ہو بالیں اب تغافل ہو چکا
آہ بلبل کو ہوئی اس دم رہائی قید سے — باغباں جب رنگ گلشن میں تبدل ہو چکا

اب نہ جیتے دیکھی اے نانک مری دیوانگی
پنجۂ وحشت قضا کا مجھکو جنگل ہو چکا

رہ گیا اپنا جگر اور قلب شیدا رہ گیا — کیا بتائیں کوچۂ جاناں میں کیا کیا رہ گیا
دیکھنا اے رشک لیلیٰ ہم رہیں گے دشت میں — صورت مجنوں اگر قبضہ میں صحرا رہ گیا
آجتک اہل وفا کی محفلوں میں ذکر ہے — مرنے والا مر گیا عالم میں چرچا رہ گیا
ہے ہمیں مشق تصور رہتے ہو آنکھوں میں تم — اب کہو کیا چاہنے والوں سے پردہ رہ گیا
درد خود اٹھ اٹھ کے دیتا ہے خبر اس امر کی — انکی مژگاں کا کوئی سینے میں کانٹا رہ گیا
وائے حسرت آنکھ سے آنسو نہ نکلا ہجر میں — بند ہو کر چشم کے کوزے میں دریا رہ گیا

شکوہ نانک کو رہیگا تجھ سے اے وحشت جنوں
چاک ہونے سے اگر داماں صحرا رہ گیا

کشاکش میں ستمگر عاشق اندوہگیں ہوتا — اگر تو بھی قضا کیطرح وقت واپسیں ہوتا
نشانہ تو اڑاتا دل رہا سہتا مگر مشکل — ترا ناوک کہیں ہوتا ہمارا دل کہیں ہوتا
بہت اچھے وہ وحشت تیرا عشق رہتا ساتھ تو میرے — اکیلے گھر میں کوئی تو ہمارا ہمنشیں ہوتا

اٹھانے لاش مجھ بیکس کی وہ ظالم ضرور آتا
اگر اس بت کو مرنے کا یقیں ہوتا

جدا سینہ میں دونوں رہتے ہیں تم سی جو فرقت سے
جو تم پہلو میں ہوتے تو جگر دل کے قریں ہوتا

نہ جانیں کیا گذرتی ہم پہ الجھن اور بڑھ جاتی
پریشاں آپکا گیسو جو وقت واپسیں ہوتا

بہت آسان ہوتا روح کا ناٹک نکل جانا
دم آخر سر بالیں اگر وہ مہ جبیں ہوتا

خوب اک جلوہ دکھا کر آپ نے شیدا کیا
جب ہوئے شیدا تو بیکل کس طرح پیدا کیا

میری پابندی کی خاطر تم نے دام زلف میں
تو نے اے دل سلسلہ زنجیر سے پیدا کیا

یہ ہوا اہل دل کے نالوں کا اثر صیاد پر
رات بھر دل تھام کر کنج قفس رویا کیا

آہ وہ فرقت کی شب رکھ لی مرض عشق کی
کام تو نے اے اجل کر کے مسیحا کا کیا

یاد احباب وطن جب آئی غربت میں مجھے
رو کے چشم یاس سے سوئے فلک دیکھا کیا

اب میسر ہوگا جب دیدار پوچھیں گے یہ ہم
تو نے کیوں جلوہ دکھایا اور کیوں پردا کیا

موت ہی آئی عیادت کو نہ وہ شوخ مسیح
رات بھر بیمار فرقت راستہ دیکھا کیا

ضبط کرتا ہوں تو دم گھٹتا ہے گھبراتا ہے دل
آہ کرتا ہوں تو کہتے ہیں کہ رسوا کیا

ہوں وہ وحشی دیکھ کر ناٹک میرا رنگ جنوں
کس خوشی سے اہل صحرا نے شریک اپنا کیا

تو مرے دل میں اگر آ کے نہ مہماں ہوتا
کوئی پرساں نہ ترا اے غمِ ہجراں ہوتا

ہوں وہ وحشی کہ مرے ماتم میں بھی ساماں ہوتا
بلبلیں روتیں تو گل چاک گریباں ہوتا

آپ آتے تو عیادت کو مری اے عیسیٰ
میں نے مانا کہ مرے درد کا درماں ہوتا

کوچۂ یار میں اس طرح کی تاریکی ہے
کہ ادھر سے جو گذرتا وہ پریشاں ہوتا

اے اجل تو شبِ فرقت میں اگر آ جاتی
چین آ جاتا مجھے گو ترا احساں ہوتا

خوبیِ وقت سے گر اپنی رسائی ہوتی
خلد سے بڑھ کے ہمیں کوچۂ جاناں ہوتا

رو کے صیاد سے کہتے تھے اسیرانِ قفس
قید کیوں ہوتے جو قسمت میں گلستاں ہوتا

قتل اس ناز سے تا نک کے مجھے کرتا قاتل
کہ ہر اک دیکھ کے انگشت بدنداں ہوتا

شبِ غم کچھ عیاں گر میرے نالوں کا اثر ہوگا
زمیں کو ہوگی جنبش آسماں زیر و زبر ہوگا

جو میرا شوق تیرا راہبر اے نامہ بر ہوگا
تو اک دن کوچۂ محبوب تک تیرا گذر ہوگا

نہ تھا معلوم یوں ہو جائیگی تقدیر برگشتہ
مٹے پر بھی ہمارا کاسۂ سر دربدر ہوگا

مٹائیں گے وہ مجھ بیکس کو بعد مرگ سب اپنا
مرا ارمان خود حسرت پہ میری نوحہ گر ہوگا

خوشی ہوگا مرے زندہ دل مجھ سے واقف
بجائے قاتل کسی کا نہ تھمی تیغ نظر ہوگا

نہ گھبرا اے دل وحشی ذرا طولِ شبِ غم سے
گریباں کی طرح خود چاک داماں سحر ہوگا

تردد ہے وہ جب اے دل جواب نامہ لائیگا | مزاج یار سے بڑھکر مزاج نامہ بر ہوگا

بچے گی جان اے نانک نہ انکی ترچھی نظروں سے
لگائینگے وہ جو ناوک جگر پر کارگر ہو گا

آئینہ دکھلاکے حیرت! تو نے یہ کیا کر دیا | مہر تاباں ہے وہ رخ محو تماشا کر دیا
حسن کے اعجاز نے تم کو مسیحا کر دیا | درد الفت نے ہمیں بیمار و رسوا کر دیا
کیسے بیخود ہو گئے اس سمت کے سب بادہ خوار | جس طرف ساقی نے آنکھوں سے اشارا کر دیا
دل بھی ہے بیتاب میری بیقراری دیکھکر | ہو برا اس عشق کا دونوں کو رسوا کر دیا
جام گردش میں ہے اور بیخود ہیں سارے بادہ خوار | تیری چشم مست نے یہ کیا اشارا کر دیا

راز الفت چھپ سکا نانک نہ دو دن حیف ہے
ہجر میں نالوں نے آخر مجھکو رسوا کر دیا

جوشِ وحشت میں عجب حال ہے دیوانے کا | اختیار اپنے کا باقی ہے نہ بیگانے کا
ہاتھ میں شیشہ ہے ساغر ہے خمار آنکھوں میں | آج انداز نیا ہے کسی مستانے کا
جیب سے پائی ہے خبر فصل بہار آنے کی | بڑھتا جاتا ہے جنوں آپکے دیوانے کا
منتظر روز ہوں مطرب پہ تری اک میری سودا | شمع کا کوئی ہے رہا ہوش نہ ہے پروانے کا
پوچھتے چشم پہ چھلکے جاتے ہیں کہ جام گویا بہتہ | راستہ بھول کے جاتا ہوں تو پیمانے کا

خود یہ ساقی نے کہا دیکھ کے وا چشم پُر آب
یہی نقشہ ہے چھلکتے ہوئے پیمانے کا

اس الم سے نہ تھمے شمع کے آنسو شب بھر
غم کسی نے نہ کیا بزم میں پروانے کا

سب کی سنتے ہیں کچھ اپنی نہیں کہتے ہیں یہ بت
قابلِ دید تماشا ہے صنم خانے کا

موسمِ گل میں بڑا دستِ جنوں کا کیا کہنا
پاؤں زنجیر میں رہتا نہیں دیوانے کا

ہاتھ لپکاتا ہی اب دامنِ محشر کی طرف
حوصلہ جب سے بڑھا ہی ترے دیوانے کا

اشک تھمتے نہیں آنکھوں سے مری حشر کے دن
خوف ہے وعدۂ فردا کے گزر جانے کا

اپنی تصویر ہی بس دید کی منگوا بھیجی
مشغلہ تھا یہ مرے دل کے بہل جانے کا

انتظار اُن کا تھا ہمکو کہ اجل آپہونچی
اب ہوئی یاس کہ وقت آگیا خود جانے کا

وہ مٹاتے ہیں مٹائیں مری تربت کا نشاں
ہوگا خود غم اُنھیں اس نقش کے مٹ جانے کا

جوشِ وحشت ہے مجھے پوچھتے ہیں لوگ عبث
کیا بتاؤں میں ہے قصد کدھر جانے کا

چرچا تا حشر زمانے میں رہے گا باقی
آپکے ظلم اُٹھا کر مرے مر جانے کا

زندہ درگور ہے ناٹک کہ ہے عشقِ گیسو
کنجِ مرقد ہے لقب اسکے سیہ خانے کا

تب وصلت نازنیں میں جام شراب ہوگا
شرمندہ آسماں پر تو آفتاب ہوگا

جب آئینہ میں پیدا اُنکا جواب ہوگا
دعوے سے آپ اپنے اُنکو حجاب ہوگا

زلفوں میں ان بتوں کی ای دل کبھی نہ پھنسنا
میری طرح سے تو بھی خانہ خراب ہوگا

مٹ کر غبار میرا باد صبا کے ہاتھوں
اڑتا پھریگا در در ایسا خراب ہوگا

ای دل یہ کیا خبر تھی ہم دربدر پھریں گے
تقدیر کا نوشتہ ایسا خراب ہوگا

صورت دکھائیگا صاف آئینۂ تصوّر
کسطرح عاشقوں سے انکو حجاب ہوگا

آئینگے فاتحہ کو جب وہ تو عکس رخ سے
ذرّہ مری لحد کا اک آفتاب ہوگا

اعمال اچھّے ناکس دنیا میں جو کرے گا
اس پر نہ بعد مردن کچھ بھی عذاب ہوگا

ہم نے کرکے مقابلہ دل کا
خود بڑھایا حوصلہ دل کا

کبھی رونا کبھی فغاں کرنا
ہے یہ زنداں میں مشغلہ دل کا

مٹ گئے سارے حسرت و ارماں
لٹ گیا ہائے قافلہ دل کا

منصفی اٹھ گئی زمانہ سے
کوئی سنتا نہیں گلہ دل کا

پڑگئی جان اک مصیبت میں
ہم سے کرکے مقابلہ دل کا

درد اٹھ اٹھکے دیکھ رہا ہے خبر
جان لیگا مقابلہ دل کا

جب سے فصل بہار آئی ہے
ہے ترقی پہ ولولہ دل کا

جتنے جور و ستم وہ کرتے ہیں
اتنا بڑھتا ہے حوصلہ دل کا

جبرِ آخر تو اب کدھر ہوگا ؟
دردسے ہے مقابلہ دل کا

گو ہمی کرب کی رہی شدت
پھوٹ جائیگا آبلہ دل کا

جان دینے کو کھیل سمجھا ہے
آپ دیکھیں تو حوصلہ دل کا

دیکھیئے کس کی بات رہتی ہے
تیر سے ہے مقابلہ دل کا

ہو رہا ہے حباب کی تصویر
جوشِ غم سے ہر آبلہ دل کا

وہ کریں طے محال ہے ناؔنک
منصفی سے معاملہ دل کا

جب اُکھڑی سانس تو بیمارِ غم سنبھل نہ سکا
ہوا تھی تیز چراغِ حیات جل نہ سکا

نگاہ ملتے ہی اُس بُت سے آگئی مجھے موت
پڑا وہ تیر جگر پر کہ میں سنبھل نہ سکا

نقابِ رُخ تو ہٹی لیکن آگیا مجھے غش
بس آنکھیں خوش ہوئیں ارمانِ دل نکل نہ سکا

شبِ فراق ہوا جزر و مد تو حد سے سوا
جگر سے چشمۂ خونیں مگر اُبل نہ سکا

یہ مانا آئے تھے لاش پر نزاکت سے
تمہاری آنکھ سے کیا اشک بھی نکل نہ سکا

نہ روئیں کیوں مری حالت پہ قافلے والے
وفورِ ضعف سے میں دو قدم بھی چل نہ سکا

خیالِ مرگ ہوا اپنے حال پر رویا
میں اپنی آپ سے کروٹ بھی جب بدل نہ سکا

ہوا سے دھر مخالف تھی اس قدر مجھ سے
پسِ فنا بھی چراغِ مزار جل نہ سکا

بڑا ہو دل کا کھلا راز عشق عالم پر
کچھ اس طرح سے اُڑا رنگ رخ بدل نہ سکا

لحد پہ فاتحہ اے دل پڑھے وہ ناز کیا
جو دو قدم مرے لاشہ کے ساتھ چل نہ سکا

اٹھائی گئی غم مجنوں کا بار کیا لیلے
کہ اُس سے پردہ محمل بھی جب سنبھل نہ سکا

فلک نے گردشیں کیں رنگ وہ کیا بدلا
مزاج یار کا پہلو کوئی بدل نہ سکا

کچھ اس طریق سے پیوست تیر تھا دل میں
کہ لاکھ یار نے کھینچا مگر نکل نہ سکا

کب آیا یار عیادت کو میری بالیں پر
کہ صرف ہونٹھ ہلے مونھ سے کچھ نکل نہ سکا

چراغ حسن ترا اور میرا چراغ دل
وہ جل کے بجھ نہ سکا اور یہ بجھ کے جل نہ سکا

کریں گے جور کا شکوہ خیال تھا نانک پر
وہ پاس آئے تو پھر مونھ سے کچھ نکل نہ سکا

اُسکا دامن چاک تھا اور یاں گریباں چاک تھا
بڑھ کے مجنوں سے مرا دست جنوں چالاک تھا

ایسا پُر ارماں تمہارا عاشق غمناک تھا
دامن امید جسکا ہر جگہ سے چاک تھا

اہل ہستی تم جو ہستی میں عدم پر تھے فدا
یہ تو بتلاؤ کہ کیا جز خاک زیر خاک تھا

اپنی رحمت سے کیا تھا تو نے مجھکو سرفراز
کیا حقیقت تھی مری میں ایک مشت خاک تھا

نامہ پہ یہ حال تھا کس دل شکستہ کا رقم
خامۂ دل کی طرح خط کا لفافہ چاک تھا

خاک میں ملکر گدا و شاہ دونوں ایک تھے
مرثیہ دونوں کا آخر بس جو دیکھا خاک تھا

ای نسیمِ صبح! وہ وحشی ہوں باغِ دہر میں
میرے ماتم میں ہر اک گل کا گریباں چاک تھا

راز کی باتیں نہیں میرے انکے موسیٰ کی طرح
گو بظاہر درمیاں میں پردۂ افلاک تھا

ای حسینانِ صفا طینت نہیں حیرت کی جا
مثلِ آئینہ کدورت سے مرا دل پاک تھا

تھی یہی بخشش کی صورت تیری نانک بعدِ مرگ
صدقِ دل سے تو جو مدّاحِ شہِ لولاک تھا

دل جگر دونوں ہوئے سینہ میں بسمل دیکھنا
سہل کب تھا خنجرِ ابروئے قاتل دیکھنا

جب وہ ہو آرائشِ آئینہ مقابل دیکھنا
قتل کرنے کی ادائیں میرے قاتل دیکھنا

ہر دہانِ زخم سے میرے یہ آتی ہے صدا
کیا ابھی باقی ہے شہ رگ میرے قاتل دیکھنا

امتحاں ہے جاں نثاروں کا اپنا سامنے
چل کے ای دل آج سیرِ کوئے قاتل دیکھنا

کشتی ارمانوں کی ای دل پار ہوگی کس طرح
بحرِ غم میں صورتِ عنقا ہے ساحل دیکھنا

قتل گہ میں زلزلے کے بار آئے بعدِ قتل
اپنے بسمل کی ذرا بیتابیِ دل دیکھنا

رفتہ رفتہ ہر مسافر کو سرائے دہر سے
کھینچ لیجائیگا اک دن شوقِ منزل دیکھنا

جل چکا ہے مثلِ پروانہ کے کل میرا جگر
دل بھی جل جائیگا مثلِ شمعِ محفل دیکھنا

ہے ہمارے خون کی پیاسی یہ ای دل اسقدر
لپٹی جاتی ہے گلے سے تیغِ قاتل دیکھنا

ہو گیا گر ہم پہ ای نانک کرم اللہ کا
نزع کی آساں ہو جائیگی مشکل دیکھنا

نہیں ہرگز ترا دل او بت بے پیر پتھر کا
بنا دیتی ہے خود اسکو مری تقدیر پتھر کا

کری مجھ سخت جاں سے سامنا پھر آ کے مقتل میں
جگر پیدا کرے پہلے تری شمشیر پتھر کا

تمہاری زلف کے وحشی کو ایسی ناتوانی ہے
بنا ہے ضعف سے ہر حلقۂ زنجیر پتھر کا

وہ بت ہے سنگدل خط جسکو لکھنے کا ارادہ ہے
قلم بھی چاہئے مجھکو دم تحریر پتھر کا

چمکتا ہی نہیں اک دم کبھی ای کاتب قسمت
بنا ہے کیا ہمارا کوکب تقدیر پتھر کا

دل وحشی کو جب میرے جنوں کا جوش ہوتا ہے
تو ای واں کام کر جاتا ہے تیر اثر پتھر کا

میرے دل پر لگا کر ناوک مژگاں وہ کہتے ہیں
نہ دیکھا جس نے ہو وہ دیکھ لے نخچیر پتھر کا

جبیں کو اسلیے سنگ در جاناں پہ رکھتا ہوں
نصیبہ ہے مرا ای کاتب تقدیر پتھر کا

ترے جور و ستم اور غمزۂ بیجا اٹھانے کو
کلیجہ چاہیئے ہے او بت بے پیر پتھر کا

مرا دل سنگ ہے گر تیر ہے ترچھی نظر ان کی
تردد کی جگہ ہے سامنا ہے تیر و پتھر کا

تمہیں انصاف سے کہدو اے وہ گویا ہو تو کیونکر ہو
جو سر سے پاؤں تک ہو صورت تصویر پتھر کا

عجب کیا اس دل ناتک کی ہوتی قدر عالم میں
سمجھتا مرتبہ گر وہ بت بے پیر پتھر کا

فاتحہ پڑھنے میری قبر پہ جلاد آیا
شکر ہے اس کو بعد دفن تو میں یاد آیا

بال کھولے ہوئے زلفوں کے پری زاد آیا
دام بر دوش چمن میں مرا صیاد آیا

چاک کر دونگا گریباں سحر کی صورت
ای جنوں ہاتھ اگر دامنِ فریاد آیا

دہنِ زخم سے ہنس ہنس کے نکل جائیگی روح
گدگدانے جو گلو خنجرِ جلاد آیا

کر گیا دل پہ مری نشترِ فصاد کا کام
ہوں وہ وحشی جو ترا تیرِ مژہ یاد آیا

شیفتہ ہوں وہ کسی پر تو میں اتنا پوچھوں
اب تمہیں میرے ستانے کا مزا یاد آیا

اُڑ چلیگا صفتِ تختِ سلیماں تابوت
کاندھا دینے کو مجھے گر وہ پری زاد آیا

کس طرح حالِ دلِ زار سنائے ناتک
غیر بھی ساتھ ترے صورتِ ہمزاد آیا

روز رہتا ہے انیسِ شبِ ہجراں میرا
جان کو بھی نہیں ڈرتا دلِ نالاں میرا

پاس اتنا تو ہے ای شبِ ہجراں میرا
گھٹ کے مر جائے نہ دل میں سحر ارماں میرا

پینچ سے نکلا جو زنجیر کے ہیں دیوانہ
رہ گئی دیکھ کے موہنہ زلفِ پریشاں میرا

جوشِ وحشت میں کچھ اسطرح کیا چاک آخر
بن گیا طوقِ گلوگیر گریباں میرا

نعمتِ عفو نے محشر میں بنایا ممتاز
ہو گیا طاعتِ زاہد مجھے عصیاں میرا

غنچۂ دل جو کھلے گا شبِ وصلت ای جاں
نکہتِ گل کی طرح نکلے گا ارماں میرا

موسمِ گل میں عجب رنگ ہے ای دستِ جنوں
ٹکڑے دامن کے ہیں پرزے ہے گریباں میرا

چاک ہو دیکھ نہ داماں سحر کی صورت
چھوڑ دے چھوڑ دے دامن شبِ ہجراں میرا

دھجیاں ہونے پہ بھی ساتھ نہ چھوڑیگا جنوں
ہار ہوگا مری گردن کا گریباں میرا

مجھ سے نانک ہے مرا غنچہ دہن ہم آغوش
کیوں نہ پُر ہو گلِ اُمید سے داماں میرا

رونق افزای جہاں وہ رشکِ گل جس دم ہوا
رونقِ گلزارِ جنت گلشنِ عالم ہوا

میکشی میں محفلِ ساقی کا یہ عالم ہوا
سامنے ساغر کے آکر شیشہ سے خم ہوا

سیرِ عالم مجھکو گھر بیٹھے نظر آنے لگی
اپنے دل سے مجھکو حاصل لطفِ جامِ جم ہوا

جو مصائب ہونے والے تھے وہ سب ہو کر رہے
حرفِ قسمت کا مٹانے سے نہ بیش و کم ہوا

میرے نالے پھیر تو اپنا بھی ٹھکانا ڈھونڈ لیں
انتظامِ گیسوے جاناں اگر یہ باہم ہوا

ہوں وہ میکش بعدِ مردن یہ اثر ہے خاک میں
جو بنا ساغر مری گل کا وہ جامِ جم ہوا

غیر کو ہوتا ہے نانک رشک جب کہتا ہوں میں
بعد مرنے کے حسینوں میں مرا ماتم ہوا

دل میں کہاں جو عکس ہے رُخسارِ یار کا
اس آئینہ میں نام نہیں ہے غبار کا

کہتا ہے رنگ یہ نگہِ بادہ خوار کا
اندازِ بیخودی میں بھی ہے ہوشیار کا

دیکھا تو رعبِ حسن سے دل کانپنے لگا
نقشہ کھنچا نہ کلکِ مصوّر سے یار کا

سونے میں کہہ رہی ہے تری چشمِ نیم باز
غافل ہو لاکھ طور ہے ہوشیار کا

بے اختیار آنکھ سے آنسو ٹپک گئے
دیکھا انھوں نے حال جو مجھ بیقرار کا

آنسو نکل نکل کے شب وعدہ کہہ گئے
کب تک کوئی اٹھائے الم انتظار کا

مجنوں کو صاف ناقۂ لیلیٰ نظر پڑا
دامن ہوا نے چاک کیا جب غبار کا

بے اختیار آہ زباں سے نکل گئی
دامن چھٹا جو ہاتھ سے صبر و قرار کا

حسرت سے دیکھتا ہوں سوئے در شب فراق
کہتی ہے موت وقت نہیں انتظار کا

دنیائے عاشقی میں بہت ہم نے سیر کی
دیکھا نہیں جواب شب انتظار کا

مایوس مغفرت سے نہ ہوں اہل معصیت
کہتا ہے یہ کرم مرے آمرزگار کا

ناطق تمہیں خبر نہیں خوش ہو نہ دل میں
اُٹھتا نہیں اُٹھائے سے غم انتظار کا

بنکے بگڑی جو تری زلف پریشاں کیا کیا
اس تحیر پہ ہوا آئینہ حیراں کیا کیا

طرفہ ہر ہر در نظر آئے ہیں سامان کیا کیا
خوبیٔ بخت دکھاتا ہی بیاباں کیا کیا

اے مسرّے دو مرے دل تری ہمت کے نثار
شوق سے تو نے اٹھائے غم ہجراں کیا کیا

منزلیں طے کیے جاتا ہے ترا سودائی
گو خلش رکھتا ہے ہر خار بیاباں کیا کیا

اب کے گلشن میں جنوں خیز بہار آئے تو
ہوا کے پھر ہونگے گریباں پہ گریباں کیا کیا

میں ہوں وہ آبلہ پا جانب صحرا جو گیا
پھر پابوس بڑھے خار بیاباں کیا کیا

یادِ جاناں پہ ہوں سو جانیں تو صدقے کیجیے
مشکلیں ہجر کی ہوں گی رہیں آساں کیا کیا

سرگذشتِ شبِ وصلت ہو بیاں کیا ناطق
رہتے ہیں پیشِ نظر وصل کے ارماں کیا کیا

نہیں ہے نام قلبِ صاف میں انجان کدورت کا
یہ وہ آئینہ ہے جس میں ہے جلوہ تیری صورت کا

وہ زاہد کا ہو رنگ اب جو ہے رندوں کی طبیعت کا
یہ ہے مشہور دنیا میں اثر ہوتا ہے صحبت کا

رہیں گے تا ابد سرشار ہر دم عشق کی مے سے
ازل میں ہم نے اے ساقی پیا تھا جام الفت کا

بشر تو کیا زمین و آسماں تھرّاتے جاتے تھے
قیامت خیز نالہ تھا مری جاں شامِ فرقت کا

ہمیں تنہا نہیں ہیں کچھ تمہارے حسن پر مائل
زمانہ شیفتہ ہوتا ہے ہاں اچھی صورت کا

شروعِ عشق ہی میں لو گرفتارِ مصیبت ہوں
طریقہ کوئی بتلا دے ذرا راہِ محبت کا

دیا ہے جس نے اے دل روز کا درد و الم مجھ کو
سنائیں گے اسی کو جا کے افسانہ مصیبت کا

الٰہی کیا نئی بیداد کوئی ہونے والی ہے
جگر میں آج کیوں اٹھتا ہے میرے درد شدت کا

فنا کے بعد بھی جور و ستم ہوتے ہیں تربت پہ
مٹا کے سے نہیں مٹتا نوشتہ اپنی قسمت کا

میسر جاں دو وقت تو کیا غیر بھی تھتے ہیں سن کر
بیاں کرتا ہوں قصہ گر کبھی اپنی مصیبت کا

ہمارا ہی یہ دل ہے اور ہمارا ہی کلیجہ ہے
تمہارا جور و ستم سہکر بھی دم بھرتے ہیں الفت کا

ملک مجبور و عاجز جب ہوں ادراکِ حقیقت میں
بشر سے پھر ہو کیا یا رب وصف کیونکر تیری قدرت کا

اٹھائینگے نقاب رخ وہ مدفن پر جب آئیں گے | بنے گا آفتاب حشر ذرہ ذرہ تربت کا

عجب کیا بعد مردن مغفرت ہو جائے نانک کی
رہے سر پہ جو سایہ یا الہٰی تیری رحمت کا

جب بہار آئیگی ہر گل شادماں ہو جائیگا | بلبلوں کا ہر شجر پر آشیاں ہو جائے گا
دل کو میرے آپ گر برباد کر دیں گے حضور | یہ سمجھ لیں مفت خونِ رازداں ہو جای گا
رنگ لائیگی زلیخا چاک دامانی مری | حضرت یوسف کے دامن کا گماں ہو جای گا
ہے ابھی نا آشنا یہ عشق کے اسرار سے | رفتہ رفتہ دل ہمارا رازداں ہو جای گا
بعدِ مردن دیکھنا تم گردشِ افلاک سے | میری تربت کا نشاں بھی بے نشاں ہو جائیگا

آئیں گے وہ اس ادا سے آج نانک بام پر
دیکھکر بیخود نہیں سارا جہاں ہو جائے گا

مجھے منظور ہو ایسا دل جو اپنا باوفا ہونا | طریقِ عشق میں مشکل کسی کا نقشِ پا ہونا
کسی کی تیغ ابرو سے کسی کا سر جدا ہونا | دہانِ زخم سے پیدا صدائے مرحبا ہونا
اسی کا نام ہے بحرِ محبت آشنا ہونا | جو سمجھے اپنی ہستی کو حباب آسا فنا ہونا
وہ عیسیٰ دیکھکر نبض اپنے بیمار محبت کی | یہ کہتا ہے اجل پر منحصر ہے اب شفا ہونا
ابھر کر یہ صدا ہر دم حباب بحر دیتے ہیں | نہ آتا ہو جسے وہ سیکھ لے ہم سے فنا ہونا

ہمیں اے دردِ دل تجھ سے جو شکوہ ہے تو اتنا ہے — ستم ہے آشنا ہو کر بتِ ناآشنا ہونا
ہماری بیکسی پر رحم کھا کر لوگ کہتے ہیں — ستم ہے قافلے والوں سے غربت میں جدا ہونا

اسیرِ زلفِ لیلیٰ ہوں مثالِ قیس اے نانک
خطابِ سرفرازی چاہیے مجھکو عطا ہونا

سرِ مزار ہمارے وہ گلعذار نہ تھا — قرار اس لیے ہمکو تہِ مزار نہ تھا
تمہارے وعدۂ فردا کا اعتبار نہ تھا — یہ وجہ تھی کہ مرے قلب کو قرار نہ تھا
میانِ بزم یہ رُو رو کے شمع کہتی تھی — مری طرح تو کوئی اور اشکبار نہ تھا
ہزار شکر کہ آنے لگا ستم میں مزہ — یہ وہ کرم ہے مجھے جسکا اعتبار نہ تھا
تمہیں بتاؤ کہ وہ کون دل تھا دنیا میں — تمہارے ناوکِ مژگاں سے جو فگار نہ تھا
ہزار بادِ مخالف چلی جہاں میں تو کیا — ہمارے شیشۂ دل پر کبھی غبار نہ تھا

نہ جانے قبرِ عدو کیوں مٹائی اے نانک
ہمارا گورِ غریباں میں کیا مزار نہ تھا

چھوڑا ہے رُخ پہ یار نے گلگوں نقاب کیا — پھولی شفق غروب ہوا آفتاب کیا
برباد ہیں، تباہ ہیں، جل جل کے خاک ہیں — دیکھیں دکھائے اب دلِ خانہ خراب کیا
پھیلائے پاؤں سوتے ہیں بیخوف چین سے — آتا ہے ٹوٹ ٹوٹ کے مرقد میں خواب کیا

میں منتظر ہوں جا کے کوئی پوچھتا نہیں
لایا ہے نامہ بر مرے خط کا جواب کیا

نانک کو کچھ ملال نہیں روز حشر کا
حامی نہیں جناب رسالت مآب کیا؟

یہ جوش ہے دل خانہ خراب سے پیدا
گئے وہ ولولے جو تھے شباب سے پیدا

ڈبو دیا ہے کفن چشم تر نے بعد فنا
لحد میں سیل ہے فیض سحاب سے پیدا

نصیب ہجر بتاں ہے وصال کے بدلے
نئی ہوئی ہے یہ تعبیر خواب سے پیدا

شب فراق میں رونا تو دیکھو عاشق کا
کہ اک بہار ہے چشم پر آب سے پیدا

نظر میں جلوۂ روشن نہ کیوں رہے نانک
کیا ہے ربط پھر اک آفتاب سے پیدا

میری نظر میں آئے قمر کا جمال کیا
جس شے میں ہو زوال پھر اسمیں کمال کیا

تم سے کہوں میں اپنی مصیبت کا حال کیا
مونھ سے نہ دے جواب تو اس سے سوال کیا

نازک دلوں پہ آنکھ کڑی ڈالتے ہو تم
شیشہ کے توڑنے میں بھلا ہے کمال کیا

کس واسطے ہیں آج یہ بے التفاتیاں
میری طرف سے آپ کو ہے کچھ ملال کیا

یاران رفتگاں کا ہے نانک جسے الم
اپنے لئے نہیں ہے بھلا انتقال کیا

حوصلہ کوئی نہ نکلا دل میں ارماں رہ گیا
ہاتھ بڑھ کر ضعف سے سوی گریباں رہ گیا

ساتھ چھوڑا درد نے ہمدردی نے مرنے کے بعد
ایک دل سوزی کو تو اک داغ ہجراں رہ گیا

وادی وحشت میں دیوانہ تھا کیا کرتا رفو
جس جگہ کانٹا ملا اک تار داماں رہ گیا

ذبح ہو کر بھی سبکدوشی نہ تھی تقدیر میں
بار سر اترا اگر تو بار احساں رہ گیا

ضعف نے پرواز کی طاقت نہ دی موقع پہ ہائے
دیکھ کر سوئے چمن مرغ خوش الحاں رہ گیا

خاکساری کم ہے کم کس کا سرا ہے دہر میں
صورت نقش قدم یاں رہ گیا واں رہ گیا

وائے قسمت ضعف نے نانک ترقی کی کہاں
ہاتھ بھر جب ہاتھ سے باقی گریباں رہ گیا

آج پہلو سے جدا وہ مہ لقا ہونے لگا
کیا ستم ہے آشنا ناآشنا ہونے لگا

کھینچا یوں عشق مجازی نے حقیقی کی طرف
دیدہ سے اس بت کی دیدار خدا ہونے لگا

عاشق مضطر کی خاطر باعث تسکیں وہ تھے
درد اُن کے اُٹھتے ہی دل میں سوا ہونے لگا

باوفا وہ ہوں سنی جب میرے مرنے کی خبر
وہ شریک زمرۂ اہل وفا ہونے لگا

بعد مردن بھی رہے گا یہ لحد میں ساتھ ساتھ
داغ الفت کب مرے دل سے جدا ہونے لگا

اسقدر صدمے سہے دن رات ہجر یار میں
درد کا پیدا مرے دل میں مزا ہونے لگا

اس نے دیکھا ناز سے نانک جو ہمکو دمبدم
دل ہمارا زخمی تیغ ادا ہونے لگا

یہ کیا ستم پسِ مردن ستم شعار کیا
کہ پائمال مرا سبزۂ مزار کیا

صبا نے تذکرۂ آمدِ بہار کیا
قفس میں بھی دلِ بلبل کو بیقرار کیا

ترے فراق نے اے شعلہ رو مجھے شب بھر
مثالِ شمع سرِ بزم اشکبار کیا

کیا ہے وعدہ تو ایجاں وفا بھی لازم ہے
کہو گے پھر نہ مرا تم نے اعتبار کیا

چھپایا راز محبت کو لاکھ دل میں مگر
نکل کے اشکوں نے آنکھوں سے آشکار کیا

خلاف حکم کوئی چلتا یہ مجال نہ تھی
الٰہی تیرے کرم نے گنہگار کیا

نکالی دل کی کدورت حضور نے پسِ مرگ
جو ٹھوکروں سے مرا بے نشاں مزار کیا

کسی کی الفت مژگاں نے آج اے نانک
ہمیں بھی صورت خامہ جگر فگار کیا

خونِ عاشق کا پسِ مرگ بھی پنہاں نہ رہا
گل شفق بن کے سرِ چرخ نمایاں نہ رہا

موسمِ گل کبھی اور فصلِ خزاں دیکھی کبھی
ایک صورت پہ کبھی رنگِ گلستاں نہ رہا

آپ سمجھائیں اگر اسکو تو شاید سمجھے
میرے کہنے میں تو میرا دلِ ناداں نہ رہا

جیتے جی دستِ الم سے نہ رہائی پائی
غمِ گلزار رہا گر غمِ زنداں نہ رہا

سر کو ٹکرانے سے ہم تازہ گرفتاروں کے
ایک دن بھی کبھی سالم درِ زنداں نہ رہا

داغِ سوزاں ہوا گل سینہ میں جب نانک
خانۂ دل میں مرے سیر چراغاں نہ رہا

ردیف ’’ب‘‘

باغباں کے جور سے ہے یوں پریشاں عندلیب
ہو گئی ہے صورتِ آئینہ حیراں عندلیب

اسلیئے ہی ہے مشتاقِ گلستاں عندلیب
دردِ دل کا ڈھونڈتی ہے اپنے درماں عندلیب

توڑ لیجائے نہ گل کوئی یہ دل میں ہے خیال
اس سبب سے ہے نگہبانِ گلستاں عندلیب

آئی فصلِ بہاری سن کے ہے یہ باغ باغ
ہے چمن میں مثلِ گل کے آج خنداں عندلیب

عاشقِ گل جبکہ خالق نے بنایا ہے اُسے
کیوں نہ ہو پھر دل سے مشتاقِ گلستاں عندلیب

لیکے جا گلزار میں ہے کچھ تو وا چاکِ قفس
اک نظر تو دیکھ لے سوئے گلستاں عندلیب

دونوں آنکھیں بند کرتا ہے جو یہ منظور ہے
دیکھنے پائے نہ جی بھر کے گلستاں عندلیب

فصلِ گل آئی ہے ای صیاد اب کر دے رہا
ہے بہت گل کی جدائی سے پریشاں عندلیب

ہائے گلشن کو کیا ویراں خزاں نے سر بسر
کسطرح ناؔنک نکالے اپنے ارماں عندلیب

شوق میں تیرے ہیں یوں جانبازِ قاتل کے قریب
جمع ہوں پروانے جیسے شمعِ محفل کے قریب

اُنکے پیکاں تیرے نظر آتے ہیں یوں دل کے قریب
موج پیہم جسطرح موج آتی ہے ساحل کے قریب

اب اعانت بھی کسی کی ہو تو جا سکتے نہیں
صورتِ نقشِ قدم گو ہم ہیں منزل کے قریب

قیس کو دیدار کا لیلیٰ کے ایسا شوق تھا
پردے آنکھوں کے کھینچ جاتے تھے محمل کے قریب

دیکھا اپنے آشیانے کو نگاہِ یاس سے
حسرت پرواز جب آئی عنادل کے قریب

ناتواں یہ ہیں صدا تک بھی پہنچ سکتی نہیں
گو کہ مانند جرس نالاں ہیں منزل کے قریب

پھر بہار آئی بڑھا سودائے زلفِ گلرخاں
لےچلا شوق اسیری پھر سلاسل کے قریب

اب نظر آتے ہیں دو دل اپنے پہلو میں مجھے
رہ گیا ہے ٹوٹ کے پیکاں کوئی دل کے قریب

ہجرِ جاناں میں لبوں پر دم ہے مشتاقِ فنا
کشتی عمر رواں پہنچی ہے ساحل کے قریب

ایک صورت ہوگی دونوں کی تمہارے ہجر میں
دل جگر کے پاس تڑپے گا جگر دل کے قریب

آرزوئے ذبح کی ناوک سے بھی تاکید ہے
سرخرو ہو چل کے اب مقتل میں قاتل کے قریب

گوشِ دل سے سنتے ہیں ہم داستانِ عندلیب
اسقدر مرغوب ہے ہم کو بیانِ عندلیب

ہائے دم بھر میں اجاڑا فتنہ گر صیاد نے
تنکے چنکر جو بنا تھا آشیانِ عندلیب

کوئی بھی پرساں نہیں کسکو سنائیں داستاں
چل بسے وہ لوگ جو تھے قدردانِ عندلیب

خوف اُدھر صیاد کا دل میں اِدھر گل کا خیال
کس کشاکش میں پڑی افسوس جانِ عندلیب

تو ہی بتلا دے نکلکر باغ سے جائے کہاں
ہر چمن روزِ ازل سے ہے مکانِ عندلیب

ہو گیا ویراں چمن ایسا خزاں کے ہاتھ سے
ہے پتہ گل کا نہ ہے کوئی نشانِ عندلیب

وہ گلِ تر باغ میں آئے اگر گلگشت کو
کیوں نہ خوشبو سے معطر ہو مکانِ عندلیب

وائے حسرت ایک نے پوچھا نہ اُس صیاد سے
کیوں مٹاتا ہے چمن سے آشیانِ عندلیب

عشقِ گل کی وجہ سے لکھی گئی قسمت میں قید
ہے ازل سے خانۂ زنداں مکانِ عندلیب

دُور گلشن سے نہ رکھنا چاہیئے کنجِ قفس
فرقتِ گل میں نکل جائیگی جانِ عندلیب

دُور سے صیاد گلشن میں دکھاتا ہے چھری
ہوتا ہے مدِّ نظر جب امتحانِ عندلیب

غیر ممکن ہے کہ اے ناتکؔ وہ سنکر رو نہ دیں
کان تک اُنکے اگر پہنچے فغانِ عندلیب

رکھتے ہیں اپنے چہرے پہ تیرہ نقاب کب
ظلمات میں رہیگا بھلا آفتاب کب

مرنے کے بعد ہمکو تمنّا ہی رہ گئی
تختہ اُٹھا کے آپنے چھوڑا گلاب کب

اے رشکِ آفتاب شب انتظار میں
اِک دن بھی میہماں ہوا آنکھوں میں خواب کب

لکھ لکھ کے خطِ شوق میں آخر کو مر گیا
نامہ کا اُس حسین نے لکھا جواب کب

ناتکؔ وصال یار کا ہوتا ہے کب نصیب
قسمت کا میری جاتا ہے یہ انقلاب کب

پہلو میں اپنے ہو جو وہ دلبر تمام شب
کیا دل لگی رہے دلِ مضطر تمام شب

سر کے نہ رُخ سے گیسوے دلبر تمام شب
نکلا گہن سے کب مہِ انور تمام شب

یوں اشک میں ہے یہ دلِ مضطر تمام شب
ظلمات میں ہو جیسے سکندر تمام شب

کاٹے کسی طرح نہیں کٹتی ہزار حیف
ہجرِ بتاں میں ہو گئی پتھّر تمام شب

دن بھر خیالِ ابروئے قاتل میں کی بسر
دیکھا کیا میں خواب میں خنجر تمام شب

آیا نظر نہ تیری نظر کی طرح میں زار
پھرتی رہی اجل سرِ بستر تمام شب

دلسوز اپنا پاکے سُناتا ہوں شمع کو
کیا کیا فسانۂ دلِ مضطر تمام شب

دن بھر کھلے ہیں زخمِ جگر مثلِ لالہ زار
رہتے ہیں داغِ دل سے منور تمام شب

دن تو فراقِ یار میں نانک بسر کیا
اب دیکھیے گذرتی ہے کیونکر تمام شب

عشقِ بت نے کر دیا ناچار اب
رحم کر اب ایزدِ غفار اب

آزماؤ شوق سے تلوار اب
مجھکو سر ہے اپنے تن پر بار اب

نازِ خوباں ہم سے اُٹھ سکتا نہیں
کر دیا ہے ضعف نے ناچار اب

شرم سے جو آنکھ اُٹھا سکتے نہیں
وہ اُٹھائینگے بھلا تلوار اب

دیکھیں گے چشمِ تصور سے اُدھر یاں
بند گر ہیں روزنِ دیوار اب

جب سے دیکھا ہے رُخِ رنگینِ دوست
گُل کو بلبل جانتی ہے خار اب

قتل کو کافی ہے شمشیرِ نظر
باندھتے ہیں آپ کیوں تلوار اب

چھوٹا نانک ہاتھ سے دامانِ صبر
جوش پر ہے چشمِ دریابار اب

ب

عشق مژگاں میں ہے یہ نخچیر آپ
کیوں مرے دل پہ لگاتیں تیر آپ

سرخ رو کیجیے شہید دل میں مجھے
پھیریے گردن پہ اب شمشیر آپ

حشر میں قاتل شہیدوں کا ترے
خون ناحق ہوگا دامنگیر آپ

ہے یہ گھر اللہ کا مشہور ہے
خانۂ دل کی کریں توقیر آپ

زندہ ہو جائے دل مردہ مرا
مثل عیسیٰ وہ کریں تقریر آپ

حرف قسمت بیش و کم ہوتا نہیں
کیا مٹائینگے خط تقدیر آپ

قتل کرکے مجھکو یہ ہوگا ملال
پھینک دینگے ہاتھ سے شمشیر آپ

صانع قدرت کی صناعی یہ ہے
دل کے گھر کی اُس نے کی تعمیر آپ

کیجیے پہلے کوئی ثابت خطا
دیجیے گا پھر مجھے تعزیر آپ

کام مانی کا تصور سے کیا
کھینچئے ہی دل پر تری تصویر آپ

دیجیے فتراک میں اپنے جگہ
دل کو سمجھیں ہیں اگر نخچیر آپ

رشک یوسف آئیگا جب میرے گھر
خواب کی ہو جائے گی تعبیر آپ

عاشق گیسو ہوں دیوانہ نہیں
کیوں پھنساتے ہیں مجھے زنجیر آپ

جب سے ناٹک میہماں ہے وہ قمر
ہے درخشاں کوکب تقدیر آپ

ت

کرتا ہے دعا آپ کا بیمار محبت
دشمن بھی ہو یارب نہ گرفتار محبت

ہو چارہ گر آکے جو اجل ہجر میں عیسیٰ
ہو جائے علاج دلِ بیمارِ محبت

کرتا نہ فغاں زلف تمہاری نہ بکھرتی
ہوتا نہ مرا دل جو گرفتارِ محبت

اسکی ہے خوشی مجھکو طلب آپ بھی ہونگے
جب حشر میں آئیگا گنہگار محبت

فرصت ہوئی صدمے سے اُسے روز کے آخر
اچھا ہوا لو مر گیا بیمار محبت

دیوانہ ترا کرتا ہے کیا ہوش کی باتیں
اقرار محبت ہے نہ انکار محبت

اب جائے ترحم ہے کہ دم توڑ رہا ہے
اے رشک مسیحا ترا بیمار محبت

آزردہ نہ ہو دل مرا کرتا ہے جو فریاد
اے دوست یہ ہے تازہ گرفتار محبت

بیتاب مرا دل ہے یہیں پوچھ رہا ہوں
چھپتا ہے چھپانے سے بھی آزار محبت

رنگ اڑ گیا جب قصد کیا آہ و فغاں کا
چہرے سے عیاں ہے مرے آزار محبت

بلبل کی طرح میں بھی دعا کرتا ہوں ناتک
سرسبز رہے دہر میں گلزار محبت

بلبلو زخم ہیں لاکھوں یہ ہے تن کی صورت
گل کھلے ہیں مرے سینہ میں چمن کی صورت

مجھکو غربت میں ہے یہ رنج و محن کی صورت
یاد آجاتی ہے احباب وطن کی صورت

تیرے کوچہ کی زمیں بعد فنا بھی قاتل
کرتی ہے جور و ستم چرخ کہن کی صورت

رو کے کہتی ہے یہی کنج قفس میں بلبل
کب خدا دیکھئے دکھلائے چمن کی صورت

تیرے دیوانے کا ایجان لیس مرون بھی
چاک دامن ہے گریبان کفن کی صورت

تیری فرقت نے عجب رنگ دکھایا اے گل
سینہ داغوں سے ہمارا ہے چمن کی صورت

بعد مردن مرے لاشے پہ شب فرقت میں
چاندنی پھیلی ہے اے ماہ کفن کی صورت

کی اجل نے مری غربت میں بھی مٹی برباد
نہ ہوئی بعد فنا گور و کفن کی صورت

اپنا کو صورت سے چھپاتا ہوں ملال دل کو
خود عیاں ہوتی ہے چہرے سے محن کی صورت

دیکھکر سوئے فلک یاس سے رو دیتا ہوں
نانک آتی ہے جو یاد اہل وطن کی صورت

پروا ہوئی نہ تمکو ہماری تمام رات
دیکھا کیا میں راہ تمہاری تمام رات

بیتاب سوئی در نگراں صبح تک رہا
چشموں سے میری اشک تھے جاری تمام رات

کیا پوچھتے ہو حال گذرتی ہے کس طرح
رہتا ہے شغل گریہ و زاری تمام رات

نکلا غبار اُسکے نہ دل سے شب وصال
آئینہ رکھ کے زلف سنواری تمام رات

آئی نہ مجھکو نیند غم ہجر دوست میں
کیا کیا تڑپ تڑپ کے گذاری تمام رات

بس دیکھتے ہی نبض مسیحا نے یہ کہا
ہے اس مریض عشق پہ بھاری تمام رات

نانک وہ اٹھ کے جاتے ہیں اتنا تو پوچھ لو
کیونکر کٹے گی آج ہماری تمام رات

الجھن رہیگی گر یونہیں دلبر تمام رات
یارب کٹے گی ہجر کی کیونکر تمام رات

تھا دل جو محو ابروے دلبر تمام رات
دیکھا کیا میں تیغ دو پیکر تمام رات

آئینہ رکھکے وہ جو پہلو میں سو رہے
حائل رہی ہے رات سکندر تمام رات

صدمے سے غم کے شیشۂ دل چور ہوگیا
آئینہ رو رہا جو مکدر تمام رات

نانک نہ آنکھ اس کی کھلی خواب ناز سے
تڑپا کیا میں متصل در تمام رات

بچنے کی مسیحا نہیں مجھ زار کی صورت
اچھا ہے اگر دیکھ لو بیمار کی صورت

حیرت میں ہے سکتہ ہی نظر آتی ہے جب سے
آئینہ کو اس آئینۂ رخسار کی صورت

آنکھیں ہیں اے جانِ جہاں ڈھونڈھ رہی ہیں
پھرتی ہے نظر میں مری سرکار کی صورت

مجنوں کے مرقع سے ملا لو مری تصویر
یکساں نہیں دیوانہ و ہشیار کی صورت

زنجیر گراں پاؤں میں اور طوق گلے میں
دیکھو تو ذرا اپنے گنہگار کی صورت

دی روبرو رہنے کی اجازت جو انہوں نے
میں بن گیا خود آئینہ بردار کی صورت

کہنے کو فقط رند ہے مرشد ہے تو نانک
میخواروں میں بیٹھا ہے جو میخوار کی صورت

ط

قہر خدا ہے یار کی ترچھی نظر کی چوٹ
ظالم جگر کو تاک کے پھول اس طرف نہ پھینک
گر آسماں بھی پھٹ پڑے اس پر تو غم نہیں
اُف کہہ کے دل کو تھام کے بیہوش ہو گیا
دل بھی جگر بھی زد میں ہے تیر نگاہ کے
چار آنکھیں تو کرو ابھی زخمی ہو دل مرا

کب کھا کے بچ سکا کوئی قلب و جگر کی چوٹ
تجھکو لہو رُلائیگی گلہائے تر کی چوٹ
جو سر اُٹھا چکا ہے ترے سنگِ در کی چوٹ
خالی گئی نہیں کسی ترچھی نظر کی چوٹ
اللہ کیا کروں میں بچاؤں کدھر کی چوٹ
خالی نہ جائیگی کبھی تیغ دو سر کی چوٹ

زخمی ہوا ہے دل کبھی نانکؔ کبھی جگر
خالی گئی نہ یار کی تیرِ نظر کی چوٹ

ج

فصل بہار آئی ہوئی ہے چمن میں آج
پھولے نہیں سماتے ہیں گل پیرہن میں آج

بکھری ہے زلف چہرۂ انور پہ آپ کے
یا آگیا ہے ابر درخشاں گگن میں آج

ایسا خزاں نے کر دیا گلشن کو پائمال
گل ایک بھی نہیں ہے باقی چمن میں آج

رکھ کر لحد میں مجھ کو یہ احباب نے کہا
غربت سے چھوٹ کر آیا مسافر وطن میں آج

بچتا تھا میری آہ کے شعلوں سے ہر طرح
آخر کو آگ لگ ہی گئی چرخ کہن میں آج

گل بن گئے ہیں سینے میں داغ جگر تمام
آئی ہے کیا بہار ہمارے بدن میں آج

کیا جانے جل کے کون سا پروانہ مر گیا
غم ہے کچھ ایسا شمع کو [illegible] انجمن میں آج

نازک [illegible] کیا اپنا [illegible]
گویا نہیں ہے جسم مرا پیرہن میں آج

کھینچے وہ نالہ مستانہ آج
خود چلے آئیں وہ بیتابانہ آج

ساقیا ایسا تو دے پیمانہ آج
جس کو پیتے ہی ہو دل مستانہ آج

میری الفت بھی انہیں یاد آگئی
دیکھ کر خاک پر پروانہ آج

چھپ رہی پر دودی گھٹائیں دیکھ کر
یاد آتا ہے مجھے میخانہ آج

کون ایسا مست آیا ساقیا
خم میں لبریز ہے پیمانہ آج

خاک جلکر غم سے دونوں ہو گئے
شمع محفل ہے نہ پروانہ آج

کیا سبب ہے اسکا ناطق آنکھ سے
اشک آتے ہیں جو بیتابانہ آج

بلبلیں شاد ہیں کیوں اپنے دل زار میں آج
فصل گل بن کے دلہن آئی ہے گلزار میں آج

تم نے بیمار محبت کی قطع کی جو امید
مرتے ہیں حسرتیں بے موت دل زار میں آج

رشک گل کوئی اسے ہاتھ لگا ہے شاید
پاؤں اٹھا کے صبا چلتی ہے گلزار میں آج

آپ آئے تو عیادت کو مگر آتے ہی
کیا رہا دیکھئے اب آپ کے بیمار میں آج

رشک عیسیٰ اگر آئیگا یہاں اے ناطق
روح پھولی نہ سمائیگی تن زار میں آج

بیٹھا ہوا پہلو میں جو ہے وہ گل تر آج
بو پھولوں کی دیتے ہیں سر داغ جگر آج

ہر دم یہی رو رو کے میں کہتا ہوں شب ہجر
خورشید پر آمد ہو نہ یارب ہو سحر آج

صورت نہ بہت آئینہ میں دیکھ ستمگر
آنکھیں تری خود تجھکو لگائیں نہ نظر آج

اک سوز شب ہجر ہی ہم کو یقیں ہے
مر جائینگے جلکر صفت شمع سحر آج

رو رو کے خدا خیر کرے ساغر مے پر
ناطق تری کیوں پڑتی ہے بطور نظر آج

سارے عالم کی زباں پر ہوگا یہ افسانہ آج
تو مبارک ہو سدھارا آپ کا دیوانہ آج

کچھ عجب نیرنگیاں ہیں چرخِ کج رفتار کی
کل جہاں دیکھی تھی بستی ہے وہاں ویرانہ آج

جان و دل صدقے کیے اُنکے متاعِ حسن پہ
کیا ترقی پر ہے اپنی ہمتِ مردانہ آج

ہے عجب سامانِ بزمِ ساقیا پیشِ نظر
بزم میں ساغر نہ شیشہ ہے نہ کچھ پیمانہ آج

جا کے ناؔنک میکدے میں ہے مرے دل میں یہی
توڑ ڈالوں سیکڑوں کا شیشہ و پیمانہ آج

چ

فائدہ کیا؟ ہجر میں کیوں آہ پہ تاثیر کھینچ
اس سے بہتر ہے کہ دلبر یار کی تصویر کھینچ

زخمِ دل شق ہو مجھے آنے لگے لطفِ خلش
جنبشیں دیدے اے ناوک فگن تو تیر کھینچ

امتحاں میرا نہیں ہے، آج تیرا امتحاں
تو اگر قاتل ہے میرے قتل کو شمشیر کھینچ

چارہ گر فرقت میں پی لیگا یہ رگ رگ کا لہو
تیر کا پیکاں مرے دل سے بہر تدبیر کھینچ

قتل ہی منظور ہے گر عاشقِ ناشاد کا
مسکرا کر دیکھ لے کس واسطے شمشیر کھینچ

اے مصور اضطرابِ دل کی میری کھینچ شکل
فائدہ کیا ہے جو برقِ طور کی تصویر کھینچ

وہ ابھی بیتاب ہو کر آئینگے ناؔنک یہاں
دل میں کچھ قوت اگر ہے آہ پر تاثیر کھینچ

ح

ہجر میں قاتل کے ہے بیتاب بسمل کی طرح
مضطرب سیماب کیا ہوگا مرے دل کی طرح

وصل ہو یا ہجر شوقی ہے یکساں ہیں دونوں شغل
چین مجھکو کہیں شب ہجر میں نہیں دل کی طرح

سوز فرقت سے کبھی آنسو ہی نکلی الله رے ضبط
چپکے چپکے جل گیا میں شمع محفل کی طرح

فائدہ عشق میں کیا ہے انساں کو دنیا میں ضرور
عیش میں مشغول ہوا دل نہ غافل کی طرح

مہرباں تو ہو کہ آزردہ محبت سے ہمیں
دوست دشمن کہتے ہیں سمجھا ہم جاں دل کی طرح

مضطرب دونوں رہے اک برق دل تک کیا
دل تپاں میری طرح تھا مرے قاتل کی طرح

عمر کاٹ اور عشق کا شب بھر ہی ہے قصہ تمام
ہم اگر جل جاؤ نگے شمع محفل کی طرح

حسرت دل جوش پر ہے بحر طوفاں کی طرح
آنکھ سے آنسو رواں ہیں ابر باراں کی طرح

کھینچئے اب قتل مجھکو دشمن جاں کی طرح
خون اپنی حسرتوں کا ہو رہا ہے خون ایماں کی طرح

اور کرتے خدمت گل باغ میں اے باغباں
فصل گل ہے چار دن گلشن میں مہماں کی طرح

ہجر کی شب تیری زلفوں کا تصور تھا حسیں
میری آنکھوں میں رہا خواب پریشاں کی طرح

چارہ گر بیمار کا کچھ کر سکے کیا چارہ میں
چٹکیاں لیتے ہیں دل میں درد پنہاں کی طرح

موسم گل کی یہی تاکید ہے دست جنوں
چاک ہو ہر ٹکڑا مرے دامن گریباں کی طرح

اپنی محفل میں بلا کر جو بٹھایا آپ کو [illegible]
کیا کہوں حال مصیبت کا جو مجھ پر گزرا
ہجر کی شب بھی خیال آیا تو [illegible]
ہو گئے [illegible]

کیا قیامت ہی جلایا شمع سوزاں کی طرح
ہے یہ حال میں مجھے کلفت زنداں کی طرح
داغ دل سینہ میں تاباں ہیں چراغاں کی طرح
اشک آنکھوں سے نکل آئے ہیں [illegible] کی طرح

پھر کبھی [illegible] خیال زلف دوست
رہ گیا ہے [illegible] خواب پریشاں کی طرح

تم سے کچھ [illegible]
وہ تو آئے ہی [illegible]
رنگ بدلا [illegible] کا مجھکو

کہہ اٹھی جاں کی اس عشق کے ارماں کی طرح
جاتے جاتے بھی ہے [illegible] کی طرح
روز و شب رہتی ہے اپنی [illegible] کی طرح

شعر گوئی تو نہیں جائیگی میری ناکت
بعد مرنے بھی رہے گی مرے دیواں کی طرح

تیرا خیال آئے [illegible] کی طرح
نگاہ پھیر کے مجھ سے وہ شوخ کہتا ہے
ہزار شکر کہ [illegible]
تیری [illegible]

چھپا کے رکھوں میں سینے میں [illegible]
زمانہ رنگ بدلتا ہے آسماں کی طرح
کسی سے کچھ نہیں [illegible]
[illegible]

لکھ اسطرح میں غزل آج تو بھی ای ناسک
کہ ہو بلند زمیں جس کی آسماں کی طرح

خ

جو ہوں بھی میں تو نہ کہہ مجھکو میری جاں گستاخ
مری طرح نہ تری ہو کہیں زباں گستاخ

میں تجھپہ جان دوں اور تو بتوں پہ کیا ای دل
نیاز مند سے یہ بے نیازیاں گستاخ

نہ چھول پیرہن تن میں روح دست اجل
کریگا جامۂ ہستی کی دھجیاں گستاخ

فلک مٹا نہ سکی ہم سے خاکساروں کی
برای نام تو رہنے دی کچھ نشاں گستاخ

سوال وصل کا سنکر وہ شوخ کہنے لگا
زباں تراش لو ہو جای بیزباں گستاخ

یہ شمع بزم نے پروانے سے کہا ناسک
کریگی خاک تجھے تیری گرمیاں گستاخ

تمہارا ابروی خمدار گستاخ
بنا ہے خنجر خونخوار گستاخ

مجھے کہہ کہکے ای دلدار گستاخ
ہوئی تیری زباں ای یار گستاخ

ستم ہے وصل سے بلبل ہو محروم
رہے پہلو میں گل کے خار گستاخ

تماشہ یار میں محشر تلک آسے
ہیں کیسے طالب دیدار گستاخ

شب فرقت میں تمکو دیکھتا ہے
تمہارا روزن دیوار گستاخ

[illegible] ناسک
[illegible] طالب دیدار گستاخ

د

اسیر کرتے ہی کاٹی مری زباں صیاد
وگرنہ تجھ کو سناتا میں داستاں صیاد

جو ہم اسیرِ قفس میں کریں فغاں صیاد
یقین ہے ابھی ہل جائے آسماں صیاد

کیا ہے ضعف نے اس درجہ ناتواں صیاد
کہ لب تک آئی کوئی بات ہو گراں صیاد

ترے ستم سے کہیں جائیں ہم کہاں صیاد
زمین سخت ہے اور دور آسماں صیاد

چھری دکھاتا ہے مجھ کو دکھا کے سیرِ چمن
کہاں کہاں مرا کرتا ہے امتحاں صیاد

چمن چمن نظر آتا ہے رنگ بدلا ہوا
کہ چشمِ بلبلِ شیدا ہے خونفشاں صیاد

کبھی شفق کبھی لالہ کبھی ہے رنگِ حنا
نہیں ہے خونِ دلِ بلبل کا رائیگاں صیاد

بیانِ حالِ دلِ زار کر نہ کچھ بلبل
قفس میں گر کوئی ملتا مزاج داں صیاد

یقین ہے مری حالت پہ رحم آ جائے
جو میرے منہ سے سنے میری داستاں صیاد

قفس میں آ کے ہوئے گو کہ اک زمانہ ہوا
ہوا نہ آج تلک اپنا مزاج داں صیاد

چمن کے نام سے واقف نہیں وہ بلبل ہیں
قفس کو جانتے ہیں اپنا آشیاں صیاد

عجب نہیں کہ قفس سے رہا کرے ناگہ
جو گوشِ دل سے سنے میری داستاں صیاد

امتحان ستم و جور و جفا میرے بعد
مجھ پہ او بانیِ بیداد یہ کیا میری بعد

کیا بنی ہی وادیِ وحشت کی ہوا میرے بعد
مجھ سا سودائی بھلا کون ہوا میرے بعد

رو رہا ہے مری میت سے لپٹ کر وہ شوخ
ہو گئی وصل کی مقبول دعا میرے بعد

تختۂ گورِ غریباں کے جلانے کے لیئے
رہ گئے داغ جگر ہمرہ تھا میرے بعد

آپ بھی بڑھ کے جنازہ میں لگا دیجئے ہاتھ
کچھ تو ہو فرضِ محبت کا ادا میرے بعد

جب نشاں ہو گیا افسوس نشانِ ہستی
یہ نشاں دیتے ہیں نقشِ کفِ پا میرے بعد

بے خطا قتل کرینگے تو پشیماں ہونگے
یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد

اُنکے کوچے سے مری خاک نہ لیجائیں دفن
مجھکو برباد نہ کر بادِ صبا میرے بعد

اسقدر ظلم و ستم اُنکے اُٹھائی کہ اُنھیں
نہ رہا حوصلۂ جور و جفا میرے بعد

وہ وفادار ہوں ایجاں کہ مری خاک سے بھی
کیا عجب آئے اگر بوئے وفا میرے بعد

تم جدھر جاؤ گے رُخ اسکا اُدھر کو ہوگا
دل رہیگا صفتِ قبلہ نما میرے بعد

ہو گئے خاک مری سوزِ الم سے دونوں
شمع محفل میں نہ پروانہ رہا میرے بعد

میں اکیلا ہی مرون بھی لحد میں نہ رہا
میرا ارمان میرے ساتھ رہا میرے بعد

ساتھ جائے گا میں مرکے لحد میں ناطق
دل سے ہوگا غمِ فرقت نہ جدا میرے بعد

مقتل میں ہونگے ایسے پشیماں ہمارے بعد
بیٹھے رہینگے سر بہ گریباں ہمارے بعد

ساری بہار تھی یہ ہمارے ہی دم کے ساتھ
پھولے پھلیں گے خاک گلستاں ہمارے بعد

پھرتی ہے در بدر کوئی پرساں نہیں کہیں
تنہا خراب ہے یہ شبِ ہجراں ہمارے بعد

جلتی رہیگی غم میں ہمارے تمام عمر
کشتہ بھی نہ ہوگی شمع شبستاں ہمارے بعد

ناؔنک نہیں امید کہ وہ بہر فاتحہ
آئینگے سوئے گورِ غریباں ہمارے بعد

کہتے ہیں وہ دل دکھانی ہے فغانِ اہلِ درد
یا الٰہی بند ہو جائے زبانِ اہلِ درد

خانۂ دل بن گیا جب سے مکانِ اہلِ درد
آہ و نالہ رنج و غم ہیں میہمانِ اہلِ درد

شمع کہتی ہے کوئی کیا جانے لذت درد کی
دل جلوں سے پوچھئے سوزِ نہانِ اہلِ درد

چین آتا ہے کہاں اے جاں دلِ پر درد کو
گر نہ باور ہو تو کر لو امتحانِ اہلِ درد

دیکھ لو آکر دلِ مشتاق اگر شک ہو تمہیں
درد سے خالی نہیں اے جاں مکانِ اہلِ درد

گاہ ہے آوازِ نالہ گاہ آہوں کی صدا
درد سے آباد ہے ہر دم مکانِ اہلِ درد

کیجئے کس سے بیاں جا کر حقیقت درد کی
کون ہے اے جاں بجز دل رازدانِ اہلِ درد

ہے عیاں اے جاں ہر طرزِ سخن سے صاف صاف
ہوتا ہے سب سے جدا رنگِ زبانِ اہلِ درد

پھر نہ تڑپے بے چین آجائے دلِ عشاق کو
گوشِ دل سے تم اگر سن لو بیانِ اہلِ درد

اُسکا گھر پہنچے تو پہلو سے گئے قلب و جگر | لٹ گیا منزل پہ آکر کاروانِ اہلِ درد

دیکھ لے طرزِ بیاں وہ اور مرا حُسنِ سخن
جسنے اے ناؔنک نہ دیکھی ہو زبانِ اہلِ درد

تو جو اے قاتل ذرا سُن لے بیانِ اہلِ درد | زخم دامن دار بن جائیں زبانِ اہلِ درد

شمع کیا جانے بھلا ایجاں حقیقت درد کی | میرے دل سے پوچھیے سوزِ نہانِ اہلِ درد

غیر ممکن ہے نہ ہوں بیتاب وہ مانندِ برق | کان تک اُنکے اگر پہنچے فغانِ اہلِ درد

پیشوائی کیلئے بڑھ جا ذرا اے دردِ دل | دیکھنا منظور ہے اُن کو مکانِ اہلِ درد

اشک کب جاری ہیں فرقت میں تری یہ روز و شب | ہے رواں آنکھوں سے ہر دم کاروانِ اہلِ درد

دل شکستہ مضطر و دیوانہ و خستہ جگر | اتنے ہی ہیں جانِ جاں نام و نشانِ اہلِ درد

غیر دونکا دل دُکھانا ہر گھڑی اچھا نہیں | عرش تک ظالم پہنچتی ہے فغانِ اہلِ درد

خانۂ دل سے مرے ہر دم یہ آتی ہے صدا | دیکھ لے جسنے نہ دیکھا ہو مکانِ اہلِ درد

ہُو کا عالم ہے نہ آنا ہے خوشی کا دل میں | دید کے قابل نہیں ہوتا مکانِ اہلِ درد

میرا نالہ سُنکے یہ کہتے ہیں وہ دل تھام کر | کسقدر پُر درد ہوتی ہے فغانِ اہلِ درد

سُنکے گلشن میں فغاں کو گل کا دکھ جاتا ہے دل
پائی ہے بلبل نے بھی ناؔنک زبانِ اہلِ درد

	ذ	
کیونکر نہ سمجھیں صبر کو اہل محن لذیذ		سمجھے تھے تابہ مرگ جسے پنجتن لذیذ
بلبل کو رنگ گل سے ملا ہے اگر مزا		معلوم مجھکو ہوتی ہے بوئے چمن لذیذ
راحت سمجھ کے عشق میں محنت جو کی قبول		سمجھا تھا جوئے شیر کو کیا کوہکن لذیذ
دیتا ہے عاشقوں کو شب ہجر میں مزا		راحت سے بڑھ کے کیوں نہ ہو رنج و محن لذیذ
غربت میں پایا نخل محبت کا کیا ثمر		کیونکر نہ مجھکو ہوئے باغ وطن لذیذ
غربت میں یاد آتے ہی آنسو نکل پڑے		افسوس کیا تھی صحبت اہل وطن لذیذ
بلبل بھی اُسکے سامنے ناٹک خموش ہے		باتیں بنا رہا ہے وہ غنچہ دہن لذیذ
	ر	
وا ہم سے کیجیے سے ہو جو سامان بہار		ہر ہلالی گل بن جائے گریبان بہار
ہم تڑپ کر مر گئے ٹوٹیں قفس کی تیلیاں		دل میں کانٹا بن گیا آخر کو ارمان بہار
ہجر کی شب کیوں نہ ہو روز قیامت سے دراز		ابروؤں تک آ گئی زلف پریشان بہار
جوش وحشت میں نہ کیونکر ہو ترقی جنوں		رہ گیا اپنے گریباں سے گریبان بہار
مست کرتے جاتے ہیں کھل کھل کے کلیاں و شجر		بڑھتا جاتا ہے چمن میں اور ارمان بہار
گرد سے اپنے گریباں کر کے [illegible] تار تار		وحشیوں کی [illegible] بہار

ہم ہوئے ہیں فصلِ گل کی بیاہتا ہیں رہا
پھرتے ہیں باغ میں ممنونِ احسانِ بہار

اللہ اللہ ذوقِ فصلِ گل وفا امر کرتی ہے
روئے پھولوں دیکھئے آئی ہے سامانِ بہار

چشمِ نرگس ہیں پیالہ کیونکر ہو نہ تری نور کی
داغ لالہ کا ہے جیسے شمع شبستانِ بہار

کیا مجھے سیرِ چمن کا لطف جب لوٹی نہیں
غنچہ غنچہ بن گیا ہے شکلِ پیکانِ بہار

فصلِ گل آئی عزیزوں کیوں نہ ہوں ہم باغ میں
ایک مدت سے تھا ای ناکت یہ ارمانِ بہار

میں تھا اکدن اور میرا آشیاں جانِ بہار
اب نظر آتا نہیں یہ جوش گلستانِ بہار

میری قسمت نارسا تھی تو وہ ارمانِ بہار
اب خدا ہی ہے اگر پورا ہو ارمانِ بہار

بے کھلیں کلیاں گل تازہ نہ آئینگے نظر
حشر کے میدان سے بہتر ہے دامانِ بہار

عاشقوں سے کوئی پوچھے سیرِ گلشن کا مزا
دل کو کھینچے لیتے ہیں پہلو سامانِ بہار

پھر لیا کرتے تھے جب پا میں اک آہِ سرد
عاشقوں کے دل پہ جب پڑتے تھے پیکانِ بہار

باغ میں تڑپوں ہیں تربت پہ سبزہ ہی ہی
مرنے والوں کو اگر پوچھے تو احسانِ بہار

مر گیا زنداں میں اتنا کہکے صرف اک نامراد
ہائے دنیا سے چلا میں لیکے ارمانِ بہار

نارسا قسمت رسائی اپنی دکھلادے ذرا
وقت میرے واسطے ہو جائے زندانِ بہار

شاہدانِ باغ سوتے ہیں چمن میں اسطرح
تکیہ گل زیرِ سر اور منہ پہ دامانِ بہار

ظلم سے صیاد کے کنج قفس میں ہوں اسیر
میری صورت قید ہی نا تک ہے ارمان بہار

وحشیوں کی ہر ادا کیونکر نہ ہو جان بہار — جلوہ گر ہے دل کے ویرانے میں سامان بہار
چاندنی نکلی چمن میں ابر گھرنے سے عجب — چاند منہ پر پڑ گئی زلف پریشان بہار
وحشت دل کی ہوس پوری تو ہو سکتی ذرا — پر دل بیتاب چھپا [illegible] دامان بہار
کب تلک آخر قفس کی تیلیاں گنتا رہوں — کب تک [illegible] دل میں ارمان بہار
مسکرا کر پھول سے کہتے ہیں غنچے باغ میں — چار دن کے واسطے [illegible] مہمان بہار
تتلیوں پر [illegible] — ہو گیا [illegible] قفس صیاد زندان بہار
بلبلیں گل سے ملیں [illegible] تمام باغ میں — پیرہن [illegible] دامان بہار
چار آنسو جا کے رو لیتی خزاں میں عندلیب — کاش [illegible] گور غریبان بہار
بلبلوں کے باغ میں آنے سے ہو جاتے ہیں بد — شعلہ ہائے آتش گل ہے نگہبان بہار

آرزوئے سیر گلشن تا کجا اور قید قفس کا
یہ خیال خام ہے تم اور ارمان بہار

زمیں کو جاناں ہے عیاں کیا فتنہ گر ہو کر — فلک رہتا ہے چکر میں جہاں دوراں سر ہو کر
کیا اندھیر تو نے اہل دل سے بے خبر ہو کر — شب فرقت میں رنگ رخ اڑا او نور سحر ہو کر

قیامت سے بھی طوفانی تھا قصہ روز فرقت کا
کسی کے دیکھنے سے رہ گیا کیوں مختصر ہو کر

شب فرقت تسلی کو ہمارے خانۂ تن میں
خیال یار رہتا ہے مگر درد جگر ہو کر

تمہارا دیکھنا غصہ میں گویا زندگانی ہے
نگاہ غیظ پڑتی ہے محبت کی نظر ہو کر

ہماری وحشت بیجا پہ اتنا رحم آیا ہے
کہ ہر اک آبلہ روتا ہے گویا چشم تر ہو کر

دکھاتا ہے غم فرقت عجب نیرنگ ہر ساعت
کسی جا زخم دل ہو کر کہیں درد جگر ہو کر

جواب نامہ لایا ہے خدا کی شان تو دیکھو
ہمیں سے ناز کرتا ہے ہمارا نامہ بر ہو کر

کسی کے ہجر میں ہر روز ہے سامان مرنے کا
یہ پھل پایا ہے ناوک کشتۂ تیغ نظر ہو کر

تڑپایا ہے یوں آج ستمگر تہ خنجر
بسمل کے تماشے کا ہو منظر تہ خنجر

جو رند ہیں ساقی انھیں کیا ڈر تہ خنجر
پیتے ہیں سدا بادۂ احمر تہ خنجر

دنیا میں حبابوں سے یہی کہتی ہیں موجیں
تو دیکھو نہ دیکھا ہو جو ساغر تہ خنجر

مونھ آئینہ میں دیکھ کے کہتا ہے وہ قاتل
مژگاں تہ ابرو ہیں کہ نشتر تہ خنجر

تو اپنے تماشے کے لیے صورت بسمل
تڑپاتا ہے کیوں مجھکو ستمگر تہ خنجر

ساقی تہ ابرو ہیں تری مست نگاہیں
بادہ میں ہے شیشہ و ساغر تہ خنجر

جو عاشق صادق تری ابرو پہ فدا ہیں
رکھتے ہیں گلا اے مرے دلبر تہ خنجر

کم ہوئی تڑپ کشتۂ ابرو کی نہ ہرگز
چھین آئیگا ای شوخ ستمگر سے خنجر

نانک تجھے ابرو پہ فدا دیکھکے اسنے
رکھتے ہیں نگاہ تیر اس ستمگر سے خنجر

یاس و حسرت بیکسی عبرت کا ساماں دیکھکر
رو دیے ہم منظر گور غریباں دیکھکر

صنعت کا دیوانگی میں اپنی ساماں دیکھکر
ہاتھ کو دیکھا کیے اپنا گریباں دیکھکر

مجھ سے دیکھا جا نہ سکا عیش خدا انکا حجاب
ہر جفا جو کی نگاہیں انکو پشیماں دیکھکر

بود و باش اپنی کبھی رہتی تھی ڈالی پر کبھی
آشیاں یاد آتا ہے اپنا گلستاں دیکھکر

کسطرح سر پھوڑنے کی ہوگی پوری آرزو
خون دل کا ہو گیا تنگی زنداں دیکھکر

زیر سنبل بیٹھکر دامن کے بھی ٹکڑے کیجیے
فصل گل میں دھجیاں اپنا گریباں دیکھکر

خود کیا ہے پاک اسیر پیچ تجاہل دیکھیے
ذکر یوسف کر رہے ہیں میرا داماں دیکھکر

عشق گیسو سے تھا جمعیت خاطر میں فرق
وہ پریشاں ہو گئے مجھکو پریشاں دیکھکر

صبح محشر سے ملا ہے سلسلہ اس زلف کا
صاف ثابت ہے یہ طول شام ہجراں دیکھکر

رفتہ رفتہ یہ تو وحشت کا ہوا میری اثر
روح مجنوں ساتھ ہے چاک گریباں دیکھکر

ہجر کی شب بیقراری ہم سے نانک دور ہے
دل میں تصویر خیال یار مہماں دیکھکر

ہم اس طرح سے پہنچے قاتل کی سرزمیں پہ
صد چاک کرکے دل کو ٹکڑے کیا کلیجہ
سینے میں رہ کے دل نے سو بے وفائیاں کیں
رتبہ بلند ایسا تیری گلی کا دیکھا
مرنے کے بعد اے دل راحت سے نیند آئی
کیونکر جدا ہو ہم سے اے شوخ یاد تیری
چٹکی میں تیری قاتل پیدا ہے وہ صفائی
سینے میں شکل بسمل ہر دم تڑپ رہا ہے
چہرہ وہ جفا میں یار دکھلا ہے جو ستمگر
ذرے میں خاک کا ہم کو دکھلاتا اس گلی میں

آنسو گرے کہیں پہ دل رہ گیا کہیں پہ
تیغ ادا تمہاری رکتی نہیں کہیں پہ
ہم نے کیا بھروسہ کیوں ایسے ہم نشیں پہ
خود رشک آسماں کو پیدا ہوا زمیں پہ
مدفن ہے جو اے دل قاتل کی سرزمیں پہ
کندہ ہے نام تیرا جب قلب کے نگیں پہ
اک تیر جس کو مارا وہ رہ گیا وہیں پہ
للہ رحم کھاؤ اب تو دل حزیں پہ
افسوس میرا دل بھی آیا ہے اس حسیں پہ
ٹکڑے ہی دل و جگر کے ملتا نشانے کہیں پہ

کوچہ میں نقش پا ہیں اُن کے جہاں پہ نا تک
مرنے کے بعد میری تربت بنے وہیں پہ

طریق عشق میں ہوں آنکھ سے آنسو رواں کیونکر
نقش بلبل دل سوختہ ہی وہ بیاں کیا جائے
ازل سے میرا اس کا اتحاد روح و قالب ہے

بھلا دل کو بنائیں یوسف بے کارواں کیونکر
جلا دی ہے فلک سے برق گر کر آشیاں کیونکر
خیال یار ہو دل میں ہر دم میہماں کیونکر

کسی دن دیکھ لے صیاد آکر جانب زنداں
اسیر ناتواں کرتے ہیں فریاد و فغاں کیونکر

اگر مشتاق تصور ہے تو اُس کے پاس پہنچینگے
بھلا دیکھیں تو ہمکو روکتے ہیں پاسباں کیونکر

ستم پر مستعد صیاد ہر دم باغباں دشمن
رہے گا باغ میں بلبل کا یارب آشیاں کیونکر

کوئی پوچھے مری جوشِ جنوں سے کیا گذرتی ہے
ہوئے ہیں میرے دامان و گریباں دھجیاں کیونکر

جفا و جور اُٹھانے کی نہیں اب تاب اے ظالم
تری بیداد کا شکوہ نہ آئے تا زباں کیونکر

مٹانے پہ ہی آمادہ ہے ناحق وہ بُتِ ظالم
رہے گا دیکھئے گورِ غریباں کا نشاں کیونکر

اخفا نہیں یہ امر ہے روشن جہان پر
قبضہ ہے یار کا مرے دل کے مکان پر

کیا کیا جفائیں کرتے ہیں وہ میری جان پر
لیکن یہاں ہے مہرِ خموشی زبان پر

اُلفت میں لاکھ آفتیں ہیں میری جان پر
مجبور ہوں اب آتا ہے شکوہ زبان پر

دیوانو! وحشتِ عشق میں کھو لوگے تم نہ راہ
پھر ناگہہ ہمارے قدم کے نشان پر

شانِ خدا ہے ورنہ یہ اُمید تھی کسے
آپ اور آئیگا ہمارے مکان پر

برباد سیکڑوں کو کیا چرخ پیر نے
آیا مگر نہ رحم کسی نوجوان پر

اُلفت میں ہم خموش ہیں یہ خوف ہے فقط
آئے کہیں نہ حرفِ شکایت زبان پر

پوچھیں وہ حال ہجر تو اتنا فقط کہوں
بس کچھ نہ پوچھئے جو گذرتی ہے جان پر

کیونکر حضور راز محبت نہاں رکھوں
آنکھوں پر اختیار نہ قابو زباں پر

ہو جرم کا یقین تو تعزیر دیجئے
کرتے نہیں ہیں قتل کسی کے گمان پر

مانیں نہ مانیں آپ مگر یہ کہیں گے ہم
اچھا نہیں ستم کسی بیکس کی جان پر

مٹنے کے بعد اور زیادہ ہوا عروج
اڑ کر مرا غبار گیا آسمان پر

نانک وہ گوشِ دل سے کسی دن اگر سنیں
ممکن نہیں نہ روئیں مری داستان پر

دکھائی دشمنی کیا نامرادی مہرباں ہو کر
رکا سو بار خنجر ہائے گردن پر رواں ہو کر

جلایا آتشِ دوری نے مجھکو شمع کی صورت
نکل جائیگی دم میں روح قالب سے دھواں ہو کر

ہوئے گر خاک بھی تو دیکھنا اے غیرت یوسف
رہیں گے آگے آگے ہم غبار کارواں ہو کر

یہ ہے ملبوس کی صورت بہار جوش وحشت میں
ادھر پہنا ادھر اترا گلے سے دھجیاں ہو کر

دل وحشی ترے ہاتھوں یقیں ہے بعد مردن بھی
گریبانِ عدم اڑتا پھریگا دھجیاں ہو کر

خدا کے واسطے تو لو تن بیجاں میں جاں آئے
زباں روکے ہوئے بیٹھے ہو کیوں مہر بیاں ہو کر

دلِ وحشی کے سودے نے عجب اعجاز دکھلایا
صدا دینے لگیں زلفیں تمہاری بیڑیاں ہو کر

ہمیں مشق تصور میں کمال اتنا ہوا ہے نانک
کسی صورت وہ رہ سکتے نہیں ہم سے نہاں ہو کر

ز

دارِ فانی میں نہ غافل ہو دلِ بیباک روز
دیکھ تیلے خاک کے جاتے ہیں زیرِ خاک روز

کھینچے گر قشقہ جبیں پر وہ بتِ سفاک روز
معجزہ شق القمر کا ہو سرِ افلاک روز

حال کچھ کھلتا نہیں مجھکو الٰہی کیا کروں
مضطرب سینے میں رہتا ہے دلِ صد چاک روز

اپنے دیوانے کی دیکھو شان تم بھی تو ذرا
دامن ہم بچھاتا اوڑھتا ہے خاک روز

فصلِ گل آنے ہی یاں جوشِ جنوں بھی بڑھ گیا
قیس کے مانند ہوتا ہے گریباں چاک روز

فرقتِ دلدار میں رو رو کے نانک کیا عجب
نوح کا طوفاں اٹھائیں دیدۂ غمناک روز

چھپ سکتا ہے چھپائے سے کہیں نگار ناز
ہوتا ہے ہر ادا سے تری آشکار ناز

چیز کیا ہے خاص حسینوں کے واسطے
دنیا میں ہوتے اگر نہ یہ پروردگار ناز

یہ کہکے جان دے دی غمِ ہجرِ یار میں
کب تک اٹھاؤنگی میں دلِ بیقرار ناز

اپنی ادا پہ آپ انہیں ایسا ناز ہے
وہ ناز پر نثار ہے انپر نثار ناز

نانک یہ انکی شوخیِ رفتار دیکھکر
ہر ہر قدم پہ ہوتا ہے ہر دم نثار ناز

س

ہم پہنچ جائیں نجف میں مصحفِ نعادل کے پاس
حسرتیں دل کی نکل جائیں سبھی منزل کے پاس

داغ یوں سینے کو روشن ہیں ہماری دلکے پاس
جسطرح تارے چمکتے ہیں مہِ کامل کے پاس

دل میں اسکندر کے تھا آبِ بقا پینے کا شوق
وائے قسمت رہگیا محروم وہ ساحل کے پاس

جب بڑھا دریا تو موجونکو بھی بیتابی ہوئی
اب حباب آسا وہ سر ٹکراتی ہیں ساحل کے پاس

چین آئے گا شبِ فرقت اسی سے دیکھنا
رہگیا ہے تیر کا ٹکڑا جو نانک دل کے پاس

کوئی صحرا میں گیا اور کوئی کہسار کے پاس
اپنا مسکن ہے سدا کوچۂ دلدار کے پاس

درد و غم، رنج و الم حسرت و یاس و حرماں
روز و شب رہتے ہیں یہ سب تری بیمار کے پاس

موت خود آئیگی اک روز عیادت کے لیئے
اے مسیحا دمِ آخر ترے بیمار کے پاس

اے صبا بعد فنا اُڑ کے مری مشتِ غبار
پہنچ ہی جائیگی اک روز در یار کے پاس

سرخرو کرنیکو مقتل میں ہمیں اے قاتل
کھینچ لائی ہے شہادت تری تلوار کے پاس

مغفرت پھر کسی صورت سے نہ ہوتی یا رب
تیری رحمت نہ اگر ہوتی گنہگار کے پاس

کر عطا جامِ شہادت کا کہ سیراب ہوں میں
تشنہ لب آیا ہوں قاتل تری تلوار کے پاس

اس قدر جور و ستم اسکے اٹھائے نانک
ظلم باقی نہ رہا چرخِ ستمگار کے پاس

ش

ہے میرے یار کی ایسی نگاہ کی گردش — فلک پہ جیسے کہ ہو مہر ماہ کی گردش
بتوں کے عشق میں ہر لحظہ صورت یوسف — کنوئیں جھنکا ئیگی کیا کیا نہ چاہ کی گردش
تمام عمر پھرے جستجو میں ہم لیکن ؛ ؛ — نہ مٹے ہوئی تری کوچے کے راہ کی گردش
بیاں کروں تو غضب ہے زباں نہیں پھرتی — عجب ہے کچھ مرے حال تباہ کی گردش

دعا خدا سے شب و روز ہے یہ ناٹک کی
الٰہی دور ہو مجھ روسیاہ کی گردش

کب اسے پاسکے نظر کی تلاش — بے اثر ہے یہاں بشر کی تلاش
آج موجود ہیں مرے گھر میں — مدتوں سے تھی جنکے گھر کی تلاش
عشق میں زلف و رخ کے آٹھ پہر — شام کی ہے کبھی سحر کی تلاش
یہ نہ کام آئیگا پس مردن ؛ — آدمی کو عبث ہے زر کی تلاش
جان جب وے چلے تو ہاتھ آیا — زندگی میں ہمیں تھی گھر کی تلاش
اپنی حد سے جو بڑھتی جاتی ہیں — انکی زلفوں کو ہے کمر کی تلاش

عرش پر ہے دماغ اسے ناٹک
جب سے ہے دل کو اس قمر کی تلاش

تم کو نہیں ہے عاشقِ غمخوار کی خواہش
ہمکو ہی رہا کرتی ہے دیدار کی خواہش

او شوخ ذرا بہرِ خدا شکل دکھا دے
ہے طالبِ دیدار کو دیدار کی خواہش

بیمارِ محبت کو ترے رشکِ مسیحا
رہتی ہے سدا بس ترے دیدار کی خواہش

ساقی ہو گھٹا چھائی ہو گلزار ہو مے ہو
ہے موسمِ گل میں یہی میخوار کی خواہش

محشر ہو بپا گور سے مردے نکل آئیں
ہے بس یہ تری شوخیِ رفتار کی خواہش

جنت کی تمنا ہے نہ ہے حور کی حسرت
نانک کو ہے بس آپکے دیدار کی خواہش

مطلب یہ مری سے ہے نہ ہے حور کی خواہش
ہے دل میں فقط اس بتِ مغرور کی خواہش

ہے خاک درِ یار مری لاش کو کافی
احباب کو بیکار ہے کافور کی خواہش

ہے جلوۂ دلدار مرے خانۂ دل میں
موسیٰ کو مبارک رہے بس طور کی خواہش

دے جان دلا شوق سے تو راہِ خدا میں
رکھتا ہے اگر رتبۂ منصور کی خواہش

نانک چلو اب روضۂ شبیر کو دیکھیں
ہر دم ہے یہی اس دلِ رنجور کی خواہش

ص

بٹھلانے دوش پہ تھے رسولِ انام خاص
پیارے نبی کے تھے یہی دونوں امام خاص

کیا مدح کر سکوں میں حسنؑ اور حسینؑ کی
تجھے دونوں قلب و جانِ رسولِ انام خاص

میں مر رہا ہوں کچھ نہیں تمکو خیال ہے
قاصد یہ اُن سے کہنا تو میرا پیام خاص

کیوں سامنے بتوں کے جبیں کو جھکاؤں میں
سجدہ ہے فرض جانبِ بیت الحرام خاص

ناؔنک نہیں ہے خوف مجھے روزِ حشر کا
میری مدد کو ہوں گے رسولؐ انام خاص

غ

کسی نے آکے لحد پر اگر جلائے چراغ
دبا کے ضد سے پسِ مرگ بھی بجھائے چراغ

جلائے شام کو اور صبح کو بجھائے چراغ
وہ ابتدائے چراغ ہے یا انتہائے چراغ

کبھی فروغ نہ پایا جگر کے داغوں سے
مقابلہ کیلئے جب کبھی وہ لائے چراغ

فنا کے بعد بھی تاریکیِ لحد نہ رہی
جگر کے داغ میں پیدا ہوئی ضیائے چراغ

صدا بھڑکنے کی دیتا نہیں یہ وقتِ سحر
خود اپنے مرگ پہ کرتا ہے ہائے ہائے چراغ

فروغ دیکھے اگر میرے دل کے داغوں کا
یقیں ہے شرم سے جاتی رہے ضیائے چراغ

گلا کسی کی شرارت کا کچھ نہیں ناؔنک
سیاہ بختی سے تربت کے خود بجھائے چراغ

بجھتا ہماری زیست کا دیکھے اگر چراغ
گھی کے جلائے وہ بتِ بیداد گر چراغ

خود بن گئے ہیں اب مرے داغ جگر چراغ
ناحق جلائی تو نے اُو بیداد گر چراغ

ٹھنڈے ہے تمہاری بزم میں سب جل کے ہو گئے
پروانہ ہے، نہ شمع، نہ وقت سحر چراغ

جل جائے شمع سوز دل اپنا اگر کہوں
بجھنے لگے جو دیکھ کے داغ جگر چراغ

نسبت ہے داغ سے بھلا کیا چراغ کو
روشن یہ حشر تک ہے فقط رات بھر چراغ

آئیگا بہر فاتحہ شاید وہ شمع رُو
ہے گلفشاں جو گور کا نانک کے ہر چراغ

ق

جب سے تعمیر ہوا دہر میں میخانۂ عشق
مجھسا پیدا نہ ہوا میکش پیمانۂ عشق

اللہ اللہ یہ ہے شوکت شاہانۂ عشق
ہستیِ ملک دو عالم ہے جلوخانۂ عشق

آتش عشق کی اللہ رے شرر افشانی
جسکو کہتے ہیں جہنم وہ ہے خس خانۂ عشق

عاشقوں سے ہے فروغ رخ پرنور بتاں
شعلۂ حسن ہے سوز دل پروانۂ عشق

یہ تمنا ہے مری تجھ سے خداوند کریم
گر میں ہوں خاک تو خاک در بتخانۂ عشق

نور کعبہ میں نہ یہ دیکھا نہ بتخانہ میں
اللہ اللہ فروغ در کاشانۂ عشق

رحم آئے گا نہیں اُس کو کبھی اے نانک
وہ کہانی کی طرح سنتا ہے افسانۂ عشق

ک

میرے رونے کی وجہ سے بڑھ گئی توقیر اشک — آئینے میں کھینچ لی اُس شوخ نے تصویر اشک

میرے ماتم میں نہ رو کر کیجئے ترچھی نگاہ — پھر قتل عاشقاں بن جائیگی شمشیر اشک

میرے پہلو سے اُٹھے وہ اسطرح کہتے ہوئے — ہے نکلنے کی یہی اک آنکھ سے تدبیر اشک

وقت گریہ آئینہ دکھلا کے کہتا ہے وہ شوخ — دیکھئے ہم کھینچتے ہیں اسطرح تصویر اشک

باز جب آتے نہیں ظلم و جفا و جور سے — کسلئے کرتے ہو پھر تم شکوۂ تقصیر اشک

میرے رونے پر نکل آتے ہیں آنسو یار کے — رائیگاں جاتی نہیں اے دل کبھی تاثیر اشک

میرے آنسو پونچھتا ہے اپنے دامن سے وہ شوخ — اللہ اللہ کسقدر ہے اوج پر تقدیر اشک

ناتواں ایسے ہیں ناوک گر کے اُٹھ سکتے نہیں — دیکھکر آئینہ بھی حیران ہے تصویر اشک

گ

عیاں ہے حسن بیاں سے مری بیان کا رنگ — جدا ہے اہل زباں سے مری زبان کا رنگ

رہا ہی کرتا ہے قاتل نہ قتل کرتا ہے — عجب طرح کا ہے ظالم کے امتحان کا رنگ

ولا یہ صحبت احباب بھی غنیمت جان — بدلتا رہتا ہے ہر لحظہ آسمان کا رنگ

بدلتا رہتا ہے ہر لحظہ آسماں کی طرح — کب اک طریق پہ قائم ہے اس جہان کا رنگ

سخنوروں پہ عیاں ہو گیا ہے اے ناوک — مری بیان کا پہلو مری زبان کا رنگ

ل

پھر آج پچھلا نانک یہ بزم یار میں دل
میں کیا کروں کہ نہیں میرے اختیار میں دل

ہوا تھا ایسا کچھ افسردہ ہجر یار میں دل
کسی طرح نہ کھلا موسم بہار میں دل

فروغ برق تجلیِ حسنِ عارض سے
جلیگا صورت پروانہ بزم یار میں دل

ستم کی قید سے چھوٹا نہ زندگی میں کبھی
سدا اسیر رہا زلفِ مشکبار میں دل

نکل گئی شب غم میں تمام جسم سے روح
تڑپ رہا ہی مگر تیرے انتظار میں دل

یہ اشک خوں نہیں ای ستم پارہ ساز دیکھو تو تو
کھنچ آیا سینے سے یہ چشم اشک بار میں دل

عزیز کی نہ کبھی جان تم سے نانک نے
ذرا تو غور کرو پھر ہے کس شمار میں دل

م

پیدا جو کرے راہ ترے باغباں سے ہم
اے گل نہ خالی جاے کبھی بوستاں سے ہم

کرتے ہیں عندلیب جو نالے زباں سے ہم
ہوتے ہیں فصل گل میں جدا آشیاں سے ہم

فریاد و آہ کرتے ہیں ای دل بہانے ہم
مجبور ہو کے روتے ہیں جور بتاں سے ہم

تارے بھی لائیں توڑکے گر آسمان سے ہم
قسمت مگر خضر کی لائیں کہاں سے ہم

ای چرخ گر مٹاتا ہی تو قبر بھی مٹا
باز آے چند روز کے نام و نشاں سے ہم

ای شوخ تیری بزم میں آنے کے واسطے
پیدا کرینگے رسم کسی پاسباں سے ہم

مانند عندلیب گلوں کے فراق میں
بدنام ہو رہے ہیں خود اپنی فغاں سے ہم

رہتے نہ زیر چرخ جو ملتا کوئی مقام
مجبور ایسے ہیں ستم آسماں سے ہم

کہتی ہے وقت نزع یہی روح جسم سے
ہونگے جدا الیقین ہے اب اس مکان سے ہم

قسمت میں جو لکھا ہے اُسے آزمائینگے
اب سر اُٹھائینگے نہ تری آستاں سے ہم

اے دل خدا گواہ مئے خوشگوار کو
پی لیتے ہیں محبت پیر مغاں سے ہم

صیاد کے ستم ہیں کبھی جور برق کے
پاتے ہیں ہر طرح کے الم آشیاں سے ہم

مر جائیں ہے یہ جی میں گلا گھونٹ کر حضور
بیزار ایسے ہجر میں ہیں اپنی جاں سے ہم

اے بت خدا گواہ ترے ظلم و جور کا
شکوہ کبھی کرینگے نہ اپنی زباں سے ہم

اک شعلہ رو کے عشق میں ہر دم میان بزم
مانند شمع جلتے ہیں سوز نہاں سے ہم

قاتل ترے شہیدوں میں پہچانے جائینگے
پیش خدا بھی زخم جگر کے نشاں سے ہم

موت آکے اسطرح سے سُلائیگی قبر میں
جاگیں گے حشر تک بھی نہ خواب گراں سے ہم

ای روح خدا گواہ ہی اس دل کی آنکھ سے
کعبہ کو دیکھ لیتے ہیں کوی بتاں سے ہم

دو اک نفس کا اور مرا دل کا ساتھ ہی
جاتے ہیں خالی ہاتھ طلسم جہاں سے ہم

نانک یہی جو عشق رہے گا تو دیکھنا :
ہونگے جدا نہ مر کے بھی کوی بتاں سے ہم

ن

کون کہتا ہے کہ دل ہے سینۂ نخچیر میں
وہ تو ناوک رہ گیا شاید کسی کے تیر میں

حسرت دیدار آنکھوں سے نمایاں صاف ہے
اے مصور بس یہ خوبی ہے مری تصویر میں

قید ہستی سے نہ اب تک راز سے واقف ہوا
اے جنوں انساں آیا خانۂ زنجیر میں

روز محشر بول اٹھے گا دل گواہی کے لیے
خون بسمل کا جو قطرہ ہے تری شمشیر میں

صبح کا ہنگام ہے چلو میں دے ساقی شراب
کیفیت فصل جوانی کی ہو قلب پیر میں

آگ لگ جائے نہ زنداں میں کبھی یہ خوف ہے
ہو گئے پیدا شرر اب نالۂ زنجیر میں

دیکھنے والوں کے زخمی ہو گئے قلب و جگر
کس غضب کا نوک ہے ظالم نگہ کے تیر میں

اک نظر جو دیکھے خود اسکا گریباں چاک ہو
اے مصور بھر دے وہ رنگ جنوں تصویر میں

کوچۂ الفت میں نانک صورت فرہاد و قیس
ٹھوکریں کھانا لکھیں ہیں میری بھی تقدیر میں

اُس ہنسی نے ناز سے مارے ہیں ایسے تیر حسن
بن گیا ہے دل مرا سینہ میں خود نخچیر حسن

کھینچتی ہے دل کو عالم سے تری تصویر حسن
رکھتی ہے جذب محبت کا اثر تاثیر حسن

چپکے نامہ پڑھتے ہیں کب غنچہ دہن
گل کھلاتی ہے ہماری شوخی تحریر حسن

مثل مہر و ماہ روشن ہو گیا سینہ مرا
خانۂ دل میں ہوا مہماں جو تیرا تیر حسن

وای ناکامی رہے محروم وصل یار سے
ایکدن چمکا نہ اپنا کوکب تقدیر حسن

جسطرح ہوتا ہے ہالہ نور کا گرد قمر
یوں ہی تیرا حسن ہے خود حلقۂ تصویر حسن

کیوں زلیخا کیطرح خواہاں ہو عالم ترا
حسن میں ہے بڑھکے یوسف سے تری تصویر حسن

مجھکو قاتل نے کیا زخمی جو تیغ ناز سے
خون سے قطرے بنے سب جوہر شمشیر حسن

دیکھکر صورت تری پتھرا گئے مانی کے ہاتھ
کھچ سکی ہرگز نہ رعب حسن سے تصویر حسن

تیرے جذب حسن میں بھی ہے اثر تسخیر کا
کھینچ لیتی ہے دل عشاق کو تاثیر حسن

اُسکے کوچہ کے گداؤں میں ہمارا بھی نام ہے
ہے جو نانک خسرو خوبی و عالمگیر حسن

راحتوں کی صورتیں خواب پریشاں ہو گئیں
دل میں گھٹکر حسرتیں قیدی زنداں ہو گئیں

آرزوئیں پہلے تو سینے میں پنہاں ہو گئیں
ہجر میں بیتابی دل سے نمایاں ہو گئیں

مشکلیں عُریاں تنی کی دم میں آساں ہو گئیں
تا بگردن آئیں جب تیغ گریباں ہو گئیں

وہ سیہ بادل اُٹھے وہ چاند پھر چھپنے لگا
کیا کسی چہرہ پہ پھر زلفیں پریشاں ہو گئیں

تتلیاں بیمار کی پھر پھر کے وقت نزع آج
رہ نورد کوچۂ شہر خموشاں ہو گئیں

بھولی بھولی صورتوں میں یہ عجب تاثیر ہے
آتے ہی آنکھوں کے آگے دل میں پنہاں ہو گئیں

پھول برسے تاروں کے قندیل سے روشن ہوئی
زینتیں کیا کیا سر گور غریباں ہو گئیں

جمع ہوں کسطرح جیسے میرے حواس منتشر
لیجیے پھر آ گئیں زلفیں پریشاں ہو گئیں

اضطراب دل نے آخر کر دیا ہمکو ہلاک | تھیں رگیں جتنی ہماری دل میں چبھ کر پیکاں ہو گئیں
وصل میں فرقت کا دھیان آتے ہی ہیں مضطر ہوا | حسرتیں جو دل میں تھیں وہ درد پنہاں ہو گئیں
جس طرف کو دیکھتے ہیں اس طرف اڑتی ہے خاک | بستیاں دل کی نئی صورت سے ویراں ہو گئیں
اُنکی تصویر خیالی کو جگہ ملتی نہیں | حسرتیں کچھ اسطرح سے دلمیں مہماں ہو گئیں
عشق گیسو میں ہوا ہیں قید سب دکھلائیے | ملتے نظریں سب کی قفل باب زنداں ہو گئیں
بند دروازہ ہوا اور یہ رہیں حسرت سے بانے | میری آنکھیں حلقۂ زنجیر زنداں ہو گئیں
دھجیاں چاک گریبان زلیخا کی جو تھیں | جمع ہو کر حضرت یوسف کا داماں ہو گئیں

آپ جب مشکل کشا مشکل کشائی کے لیے
مشکلیں نانک یہ جتنی تھیں سب آساں ہو گئیں

کبھی جو ہم تیرے تیر نظر کو دیکھتے ہیں | تو زخم کھائے ہوئے دل جگر کو دیکھتے ہیں
جو آستاں پہ ترے اپنے سر کو دیکھتے ہیں | کبھی فلک کو کبھی سنگ در کو دیکھتے ہیں
جو ہم نزاکت تمہاری نظر کو دیکھتے ہیں | تباہ حالت قلب و جگر کو دیکھتے ہیں
زیادہ ہو گی ضیائے آفتاب محشر سے | کہ آج وہ مرے داغ جگر کو دیکھتے ہیں
حضور آپکے نقش قدم کی صورت ہیں | ہم اس لحاظ سے شمس و قمر کو دیکھتے ہیں
حضور آپ سے جس روز سے فراق ہوا | کوئی نظر نہیں آتا جدھر کو دیکھتے ہیں

وہ دم بخود ہیں کہ کسطرح یاں تک آ پہونچا
کبھی وہ خط کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہیں

گلوں کو باغ میں اک تازہ داغ ہوتا ہے
جو خندہ زن مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

مسافرانِ عدم مر کے جاتے ہیں تا قبر
جب ایک عمر گذاریں تو گھر کو دیکھتے ہیں

وہ ابتدا مری دیوانگی کی کیا پوچھیں
ازل سے چاک گریباں سحر کو دیکھتے ہیں

دل و جگر میں جدائی عجب نہیں ہے کہ ہو
کہ روز خواب میں اُس فتنہ گر کو دیکھتے ہیں

ہوئی ہے اب انھیں تیرِ نگاہِ ناز کی قدر
کہ غور سے مرے زخمِ جگر کو دیکھتے ہیں

یہاں ہیں قدر سخنداں کی خاک ہو نانک
بُری نگاہ سے اہلِ ہنر کو دیکھتے ہیں

نہ شکایت ہے جفا کی نہ گلا کرتے ہیں
مرے نالے ترے جینے کی دعا کرتے ہیں

چارہ گر کسلئے عاشق کی دوا کرتے ہیں
مرض الموت سے اُمید شفا کرتے ہیں

مبتلا سوزِ غمِ ہجر کے کیا کرتے ہیں
شعلے اُٹھتے ہیں جو ہم سینے کی دُعا کرتے ہیں

تھا نشیمن تو رہائی کی ہوس تھی صیاد
اب قفس سے نہ چھٹیں اسکی دعا کرتے ہیں

اب نہ ہے آرزوئے وصل نہ ایذائے فراق
خانۂ دل میں وہ ہر وقت رہا کرتے ہیں

آپ کیا پوچھتے ہیں ہم سے شبِ ہجر کا حال
دردِ دل سے ہوئی فرصت تو دعا کرتے ہیں

اُن اسیروں کے مقدر پہ ہے حیرت کی جگہ
پر کتر کر جنھیں صیاد رہا کرتے ہیں

تیر ترکش میں تھے جتنے وہ ہیں تیرے دل میں
رو کئے ہاتھ حضور آپ یہ کیا کرتے ہیں؟

دیکھ لیتے ہیں کبھی آپ پلٹ کر جن کو
نہیں معلوم وہ کس دل سے دعا کرتے ہیں

سامنا حشر میں انکا ہو تو اتنا پوچھوں
آپ وعدہ بھی کبھی اپنا وفا کرتے ہیں

خیر سے رات اگر ہجر کی کٹ جاتی ہے
آئینہ صبح کو ہم دیکھ لیا کرتے ہیں

اسقدر ہے ترے بیمار کو تکلیف مرض
دیکھنے والے بھی مرنے کی دعا کرتے ہیں

آپ تو فاتحہ پڑھتے ہی اٹھ چلے جاتے ہیں
پھول شب بھر میری تربت کے ہنسا کرتے ہیں

انکی تقدیر پہ ناصح ہمیں رشک آتا ہے
کوچۂ یار میں جو لوگ رہا کرتے ہیں

نہ دیکھا خوبرو ایسا کوئی ساری خدائی میں
خدا کی شان ہے اس بت کی شانِ دلربائی میں

تری جانباز ای سفاک تیری آشنائی میں
عروسِ تیغ کو سر نذر دینگے رونمائی میں

نہ باور ہو تو تم جور و وفا کا امتحاں کر لو
بھلائی ہے بھلائی میں برائی ہے برائی میں

کدورت کسکو کہتے ہیں نہیں اس نام سے واقف
مری جاں تم تو آئینہ سراپا ہو صفائی میں

سبب کیا ہے جو یہ رہ رہ کے سینہ میں تڑپتا ہے
نہیں معلوم کیا دل پر گذرتی ہے جدائی میں

کسی صورت سے دونوں کے ہوئے شہرے زمانے میں
وفا میں نام ہے میرا تمہارا بیوفائی میں

دلا آہیں ہماری اب کوئی دم میں پہنچتی ہیں
قریب عرش ہیں اب دیر کیا انکی رسائی میں

جو شمع انجمن تم ہو تو یہ بھی حسن محفل ہے
دل پُر داغ گلدستہ ہے اپنا خوشنمائی میں

پتے چلے ہیں جستجو میں اک بت ظالم کی اے نانک
محبت خضر بنکے ہے ہماری رہنمائی میں

مر کے ہم دوشِ احبا پر عجب عالم میں ہیں
آرزوئیں ساتھ سر کھولے ہوئے ماتم میں ہیں

مجھکو دیوانہ بنایا ہے فریبِ حسن سے
پھر مجھی سے پوچھتے ہیں آپ کس عالم میں ہیں

ساقیا مجھ مست کے جلووں میں جو انداز ہیں
آئینہ میں ہیں سکندر کے نہ جامِ جم میں ہیں

اُنکی چشمِ ناز یہ کہتی ہے اہل بزم سے
کوئی دیکھے تو دکھاویں وہ کرشمے ہم میں ہیں

دیتی ہے شہرِ خموشاں کی اُداسی یہ صدا
کچھ نہیں کھلتا لحد کے لوگ کس عالم میں ہیں

ہے زیادہ شادمانی میں بھی اک شکلِ ملال
یوں ہنسے ہم اشک آخر دیدۂ پرنم میں ہیں

دوست رخصت ہے تو شمعِ آرزو خاموش ہے
صبحِ وصلت کیا کہیں کس صحبتِ برہم میں ہیں

داورِ محشر سے کہ دینگے یہ نانک حشر میں
آجتک ہم حضرتِ شبیرؑ کے ماتم میں ہیں

قفس میں ہچکیاں آتی ہیں اور فریاد کرتے ہیں
کبھی جب ہم نفس گلشن میں ہمکو یاد کرتے ہیں

وہ بلبل ہیں ہمیں صیاد جب آزاد کرتے ہیں
عوض شورِ مبارکباد کے فریاد کرتے ہیں

نہ گھبراؤ عزیزو اس قدر دم کے اکھڑنے سے
نہیں یہ موت کی ہچکی وہ ہمکو یاد کرتے ہیں

زباں سے کہہ نہیں سکتے کہ بدنامی کا باعث ہی
خدا شاہد ہے ہم کو دل ہی دل میں یاد کرتے ہیں

نظر جب بال و پر آتا ہے زنداں میں اگر کوئی
تو اے صیاد ہم اپنی مصیبت یاد کرتے ہیں

کچھ ایسی ان بتوں کو تجھ سے ای ناتک کدورت ہی
کہ تیری خاک بھی بعد فنا برباد کرتے ہیں

ہجر کی رات میں جینے کا یہ ساماں کر لیں
خانۂ دل میں تری یاد کو مہماں کر لیں

وقت سے پہلے قیامت کا وہ ساماں کر لیں
رُخ اگر اپنا سوئے گورِ غریباں کر لیں

سر کو دیوار سے ٹکرا کے ابھی ہم وحشی
قید خانے کو بھی چاہیں تو گلستاں کر لیں

اُنکی چٹکی سے چھٹا تیر مرے دل سے کہا
آپ آئیے ہم آپ کو مہماں کر لیں

وحشیوں سے یہی تاکید ہے فصل گل کی
چاک دامن نہ کریں چاک گریباں کر لیں

سرخرو سارے شہیدوں میں مرا نام ہے
آپ ماتم جو سر گور غریباں کر لیں

فصل گل آئی ہے گلشن میں وہ فرماتے ہیں
وحشیوں سے کہو آرائش زنداں کر لیں

وحشی زلف کی میت جو اُٹھی فرمایا
ٹھہریے ٹھہریے ہم بال پریشاں کر لیں

موںھ سے اُف تک نہ کروں گا میں کبھی اے ناتک
جسقدر چاہیں ستالیں وہ پریشاں کر لیں

درد کب دل میں نہیں اور لب پہ کب نالہ نہیں
کیا کہیں ای جاں تمہارے ہجر میں کیا کیا نہیں

گو دل گم گشتہ اپنا اپنے کہنے کا نہیں
ڈھونڈھتے ہیں یہ نہ کہنے کو رہی ڈھونڈھتا نہیں

کشمکش ہے کیا ہجوم رنج و غم سے وقت نزع
گھٹ رہا ہے دم نکلنے کا کہیں رستا نہیں

لن ترانی کی نہ مجھ سے لیجئے دیدار میں
عاشق جانباز ہوں میں حضرت موسیٰ نہیں

تیری ہمدردی سے ہم باز آئے اے درد فراق
دمبدم دل کا دکھانا اسقدر اچھا نہیں

باغباں بے موسم گل کے اجاڑا اسطرح
آشیاں میں اب نظر آتا کوئی تنکا نہیں

سیکڑوں ناوک لگا کر کہتا ہے نانک وہ شوخ
مرغ بسمل کیطرح کیوں دل ترا تڑپا نہیں

شاید بہار آئی اے میکشو چمن میں
رہتا ہے ذکر مے کا ساقی کی انجمن میں

کیا حال پوچھتے ہو تم مردوں کا اپنے
زیر زمیں پڑے ہیں لپٹے ہوئے کفن میں

گلشن میں فصل گل کی سن لی ہے آمد آمد
پھولے نہیں سماتے پھول اپنے پیرہن میں

وحشت جنوں نے بڑھکر الفت میں تیری لیلیٰ
اک تار بھی نہ چھوڑا مجنوں کے پیرہن میں

مانند شمع سوزاں یہ لو لگی ہوئی ہے
پہنچیں گے آج کی شب اس بت کی انجمن میں

زلفوں میں موںہ چھپا کر وہ ماہ کہہ رہا ہے
دیکھا نہ ہو تو دیکھو چاند آگیا گہن میں

منصف ہوں جوہری گر موںہ موتیوں سے بھر دیں
ایسی صفائیاں ہیں نانک ترے سخن میں

کھلیں جو گیسوے پرپیچ وتاب پانی میں
تو کیوں نہ موجوں کو ہو اضطراب پانی میں

جو اپنی شکل کو دیکھیں جناب پانی میں
ابھی ہو آپ کا پیدا جواب پانی میں

رہیں نہ ہوش میں پھر اپنے مردم آبی
اٹھائیں آپ جو رخ سے نقاب پانی میں

رلا نہ ہجر بتاں میں ہمیں خدا کے لیے
ڈبو نہ اے دل خانہ خراب پانی میں

نگاہ پھیری ہے اس بحر حسن خوبی نے
عجب نہیں کہ جو ہو انقلاب پانی میں

فنا کا آئینہ بس ہم ہیں بحر ہستی میں
یہ صاف کہتا ہے اک اک حباب پانی میں

چمن میں یار ہے بارش ہے اوج پہ ناٹک
بہار دیتا ہے شغل شراب پانی میں

طور پر موسیٰ ہوئے غش حسرت دیدار میں
جلوہ یاں دکھلا دہ ہم نے یار کے رخسار میں

اپنے دیوانے کا زنداں میں ذرا دیکھو تو حال
سر کو یوں پھوڑا کہ در پیدا ہوا دیوار میں

رو کے بالیں سے اٹھے کہتے ہوئے یہ چارہ ساز
موت کے آثار ہیں رنگ رخ بیمار میں

اپنے ہی غم میں میں روتا تھا رکھے پہلو پہ ہاتھ
ہر جگہ اک دل پڑا تھا کوچہ دلدار میں

مانتا ہے کون اسکو ہو جو دعویٰ بے دلیل
آپ یوسف ہیں تو آئیں مصر کے بازار میں

بعد مردن بھی یہی شان وفا ہو گی مری
قبر بھی میری بنے گی کوچہ دلدار میں

جاتے جاتے انکے دو اک راہ میں غش آگیا
آتے آتے آئیگی قوت تن بیمار میں

وہ دمِ آرائش آئینے میں ہے محوِ جمال — حسن منہ دیکھا کیا آئینۂ رخسار میں
رنگ لائی ہے اسیری میں یہ بلبل کی فغاں — جب قفس میں آہ کی بجلی گری گلزار میں

دونوں اک صورت سے نانک نالہ کش ہیں ہر طرف
کوچۂ دلدار میں ہم بلبلیں گلزار میں ؛

مریضِ ہجر سچ ہے جان سے بیزار رہتے ہیں — مسیحا سے محبت ہے مگر بیمار رہتے ہیں
ہمارے مردمِ دیدہ کہاں بیکار رہتے ہیں — تصور میں بھی تیرے طالبِ دیدار رہتے ہیں
خیالِ منزلِ مقصود ہے ہر اک نفس اہلِ دل — مسافر ہیں سفر کے واسطے تیار رہتے ہیں
قیامت کل کی آتی آج آجائے نہیں ڈر ہے — سدا اپنے کفن تیرے مائلِ رفتار رہتے ہیں
کہا تھا میں نے نقاب الٹو نہ غش آئیگا تو بولے — کلیم اللہ بھی کہتے تھے ہم ہشیار رہتے ہیں
فنا کے بعد بھی رہتا ہے عیسیٰ دردِ الفت کا — غرض بیمار تیرے حشر تک بیمار رہتے ہیں
مجھے وحشت میں تیرے نقشِ پا سے رشک ہوتا ہے — سمجھتا ہوں کہ یہ بھی طالبِ دیدار رہتے ہیں
کسی کی نیم باز آنکھیں بوقتِ خواب کہتی ہیں — جو مستِ حسن ہیں ہر حال میں ہشیار رہتے ہیں
تڑپنے سے لحد میں پڑ گئے ہیں جابجا رخنے — بہت مضطر تمہارے طالبِ دیدار رہتے ہیں

ہوا ہے اک بتِ ظالم سے نانک عشق کا رشتہ
گلے میں اس لئے پہنے ہوئے زنار رہتے ہیں

نالے کب دل فگار کرتے ہیں — آپ کو ہوشیار کرتے ہیں

یہ نہ پوچھو کہ کیوں اسیر قفس — آرزوئے بہار کرتے ہیں

آپ وعدے پہ آئیں یا کہ نہ آئیں — ہم مگر اعتبار کرتے ہیں

دل سے فصل بہار میں میکش — ذکر مے بار بار کرتے ہیں

کرکے اُلفت کا میری اندازہ — ظلم وہ بے شمار کرتے ہیں

جان بھی دے اگر مریض غم — کب حسیں اعتبار کرتے ہیں

دیکھتے ہیں جو اُن کو گلشن میں — باغباں گل نثار کرتے ہیں

اُنکی فرقت میں لاکھوں سودائی — پیرہن تار تار کرتے ہیں

شب غم اور بھی تڑپ کے مجھے — دل جگر بیقرار کرتے ہیں

ہجر میں نانک اپنی عمر کے دن
ہر نفس ہم شمار کرتے ہیں

وہ اگر رسم محبت کم کریں — سورۂ اخلاص پڑھکر دم کریں

کیوں خیال گیسوئے پرخم کریں — ہم مزاج یار کیوں برہم کریں

آپ بیداد و ستم کیوں کم کریں — بدنصیبی کا گلہ ہاں ہم کریں

گل کا دامن رات کو ہو جائے نم — ہم جو گریہ صورت شبنم کریں

اے دل ناداں کسی کے غم کا — کیا غرض ہے انکو کیوں ماتم کریں
جنکا دل آئینہ ہے خود ساقیا — کسلئے وہ فکر جام جم کریں
مجھ اسیر زلف کا بعد فنا — کسلئے سب بے نجز کے ماتم کریں
بے نیازی جہاں مشہور رہے — کسلئے اہل غم عالم کریں
چاک دامانی ہے جب تقدیر میں — منت وسعت جنوں کیوں ہم کریں
نام جس سے عشق کا تھا مر گیا — اب حسینوں سے کہو ماتم کریں
جب سمجھتے ہیں کہ مرنا ہے ضرور — پھر تمنا زیست کی کیوں ہم کریں

ہیں رشید خوش بیاں عرفی وقت
انکی کیا تعریف ناکت ہم کریں

بدلی ہوئی جو باغ جہاں کی ہوا نہیں — پھولوں میں پھر یہ کیا ہے جو بوئے وفا نہیں
افسوس تھا ایسی کسی نے کہا نہیں — دنیا میں بڑھ کے عشق سے کوئی بلا نہیں
آوارگان دشت محبت تباہ ہیں — جز بیکسی و یاس کوئی رہنما نہیں
وہ دن مسافران جہاں کو نہیں قیام — دنیا کو کون کہتا ہے مہماں سرا نہیں
تو آہ کر رہا ہے وہ ہے محو خواب ناز — اتنا لحاظ اے دل درد آشنا نہیں
صحت کبھی نہ ہوگی کہ بیمار عشق ہیں — کوئی بجز فنا کے ہماری دوا نہیں

وہ دم بدم جفائیں کریں یا ستم کریں
شکوے سے یاں زبان مری آشنا نہیں

یہ طرہ عذر ہے کہ وہ کہتے ہیں وقت قتل
ہم اسکو کیا کریں کہ تمہاری قضا نہیں

شاہد ہے میرے گریۂ غم کی شب فراق
مانند شمع آنکھ سے آنسو تھما نہیں

وہ گل ہوں میں کہ صبا کا نسیم بہار سے
باغ جہاں میں غنچۂ خاطر کھلا نہیں

روز جزا کا خوف ہے ناٹک تجھے عبث
تیری مدد کو کیا ترا مشکل کشا نہیں

کسی کے تیر مژگاں یوں ہماری دل میں رہتے ہیں
کہ جیسے راز پنہاں سینۂ بسمل میں رہتے ہیں

کسی کی زلف کے جو دھیان اپنے دل میں رہتے ہیں
پریشاں مثل دود شمع ہر محفل میں رہتے ہیں

مرے ارمان اس صورت سے میرے دل میں رہتے ہیں
تجھے مانند مسافر جسطرح منزل میں رہتے ہیں

نہیں معلوم یہ کن ڈوبنے والوں کے ارماں ہیں
حباب آسا جو ہر دم دامن ساحل میں رہتے ہیں

لگا کر ناوک مژگاں وہ کرتے ہیں ستم ایسا
کہ بسمل کیطرح بیتاب ارماں دل میں رہتے ہیں

جو ایذا ہجر میں دل پر گذرتی ہے اٹھاتے ہیں
زباں سے کہہ نہیں سکتے کہ کس مشکل میں رہتے ہیں

تمہاری ہی روش کی صفائی جب سے دیکھی ہے
مثال آئینہ حیران ہر محفل میں رہتے ہیں

مٹے پر بھی مٹینگے یہ نشاں ہماپنی ہستی کا
برنگ نقش پا رہتے ہیں جس منزل میں رہتے ہیں

مری لاشہ کو قاتل لیکے چل آہستہ آہستہ
ہزاروں زخم آہ بعد مردن دل میں رہتے ہیں

صدا بعد فنا پیہم یہ ہر مدفن سے آتی ہے — مسافر ہیں عدم کے گور کی منزل میں رہتے ہیں

تصور سے کسی کے دل کو بہلاتے ہیں اے نانک
بسر کرتے ہیں آسانی سے کب مشکل میں رہتے ہیں

رحم کو جا نہیں دیتا ہے سرِ مو دل میں — سمجھا کیا ہے نہیں معلوم وہ بدخو دل میں
ہجر ساقی میں اشارہ ہے مری آنکھوں کا — خون رو دینگے اگر ہونگے نہ آنسو دل میں
شکوۂ دردِ جگر سنکے نہ غصہ کیجئے — سوچئے آپ ذرا بات کا پہلو دل میں
لوگ کہنے لگے سب حسرت و اندوہ کا گھر — اے خوشی آکے جو مہماں نہ ہوئی تو دل میں
یوں میں تڑپوں گا کہ ہو جائیگا صد چاک جگر — یوں ہی اے درد جو کچھ دیر رہا تو دل میں
زندگی بھر نہ ہوا ہجر میں رونا موقوف — ساری ارمان مری بنگئے آنسو دل میں
جذب کا ہی یہ اثر بیٹھے ہو تم پہلو میں — ورنہ اعجاز ہے کوئی نہ ہی جادو دل میں

اب جا و سمجھتے ہیں شام و سحر اسے نانک
رات دن رہتی ہے یاد رخ و گیسو دل میں

کامل ہوا جو عشق رسالت مآب میں — مقبول ہو گیا وہ خدا کی جناب میں
ہوتا اگر نہ وہ رخِ روشن نقاب میں — بڑھ جاتی خیرگی نگہِ آفتاب میں
ترچھی نگاہ رہتی ہے ہر دم نقاب میں — مد نظر ہے قتل ہمارا احباب میں

تصویر حسن آئینۂ دل پہ کھینچ لوں
بھولے سے بھی اگر وہ کبھی آئیں خواب میں

افسوس وصل دوست کا ارمان رہگیا
بعد فنا بھی اس دل خانہ خراب میں

دیکھیں کہ طول کھینچے شب ہجر کس قدر
دیکھے ہیں ہم نے گیسوے دلدار خواب میں

تم بھی لگا دو بڑھکے جنازے میں میرے ہاتھ
منظور ہے شریک جو ہونا ثواب میں

صبر و قرار ہجر میں ہمراہ دل گئے
درد و الم نے ساتھ دیا اضطراب میں

پیکاں حضور آپکے ناوک کا رہ گیا
ارمان کی طرح دل خانہ خراب میں

کروٹ بدل بدل کے کٹی ہے تمام رات
کی ہے تڑپ تڑپ کے سحر اضطراب میں

اے جاں شب فراق میں تڑپا دیا مجھے
اٹھ اٹھ کے درد نے دل تپ اضطراب میں

ناناک ہزار حیف لڑکپن گذر گیا
ہمکو پھنسا کے پنجۂ عہد شباب میں

صدائیں دے رہا ہے یہ دل جانباز پہلو میں
خیال دوست کو ڈھونڈے ہے مقام ناز پہلو میں

نہ ہوتا اسطرح رسوا کبھی ہرگز زمانے میں
عوض دل کے اگر ہوتا کوئی ہمراز پہلو میں

ہزاروں عاشقوں کے دل کھنچے جاتے ہیں اس شب
خدا جانے کشش ہے یا کہ ہے اعجاز پہلو میں

میان بزم اسکی شرمگیں آنکھوں سے سب سمجھے
یقینی دل لیے بیٹھا ہے وہ دمساز پہلو میں

ہزاروں حسرت و ارمان رہا کرتے ہیں پوشیدہ
جسے سب دل سمجھتے ہیں وہ ہے ہمراز پہلو میں

وہ جب تلوار کو زیب کمر کرکے نکلتے ہیں
نظر آتے ہیں مجھکو موت کے انداز پہلو میں

وہ بیٹھا پاس جب میری فروغ حسن کے باعث
کرشمہ کوئی سمجھا ہی کوئی اعجاز پہلو میں

ہوے جاتے ہیں افشا راز الفت اُف ری بیتابی
خداوندا یہ دل ہی یا کوئی غماز پہلو میں

میان بزم خاک شمع و پروانہ سے ہم سمجھے
ہوا ہی دفن اک جانباز کے جانباز پہلو میں

شب فرقت سحر کو اُسکی خاموشی پہ روتا ہوں
مری آواز پر دیتا تھا جو آواز پہلو میں

ستمگر نے سر محفل فریب حسن سے ناتک
بنایا اُسکو دیوانہ جو تھا ہمراز پہلو میں ؛

وفور داغ محبت سے لالہ زار ہوں میں
خزاں کا خوف نہیں جسکو وہ بہار ہوں میں

بڑا کریم ہے وہ بخش دیگا اے زاہد
بس اور کیا ہی یہی نہ گناہگار ہوں میں

اُڑے دھوئیں کی طرح آسمان جو آہ کروں
زمانہ ہوتہ و بالا جو بیقرار ہوں میں

تلاش یار میں مٹکر بھی بیٹھتے اُٹھتے
کہیں پہ نقش قدم ہوں کہیں غبار ہوں میں

شب فراق جو ای جان تمہیں نہ باور ہو
تو دیکھ لو ہمہ تن چشم انتظار ہوں میں

ازل سے عاشق و معشوق میں ہے ربط باہم
جو تم ہو گل چمن دہر میں بہار ہوں میں

تلاش دوست میں یوں خاک چھانی دنیا کی
کہ سر سے پاؤں تلک آلودۂ غبار ہوں میں

کریگا کیا مری دیوانگی کا کوئی علاج
ہزار جان سے شیدای زلف یار ہوں میں

یہ اُن سے کہہ کے چلا مری سمت تیرِ نظر	ہدف جگر کو بناؤں کہ دل کے پار ہو نہیں

ریاضِ دہر میں ناؔنک یہ رنگ ہے اپنا
کہیں پہ خار بنا ہوں کہیں بہار ہوں میں

و

تسکین اگر نہ ہوگی دلِ بیقرار کو	جنبش رہے گی بعد فنا بھی مزار کو
کیا کیا دعا دوں برقِ تجلّیِ یار کو	بجلی بنا دیا ہے دلِ بیقرار کو
ناؔنک سمجھیئے بعد فنا بھی مزار کو	ہمراہ لیکے جائینگے تصویرِ یار کو
پہلے چھپایئے رخِ روشن کو زلف سے	گُل کیجئے پھر آپ چراغِ مزار کو
اس کا مقام دامنِ دلدار چاہیئے	برباد کر چھپا نہ ہمارے غبار کو
آتی ہیں یاد اُنکو وفائیں پس فنا	حسرت سے دیکھتے ہیں وہ میرے مزار کو
جذبات شوق دید کی تاثیر دیکھئے	آنکھوں میں رکھکے لائے ہیں تصویر یار کو
قدموں پہ گرنے بڑھکے قیامت بھی آگئی	دیکھے تو کوئی شوخی رفتار یار کو
وہ بیکسی تھی دیکھ کے دشمن بھی رو دیئے	افسوس یوں مٹایا نشانِ مزار کو
کھلتی نہیں زبان اُمنڈتا نہیں ہے دل	کیا پوچھتے ہو حال شبِ انتظار کو
اللہ رے شوق دید کہ پتھرا گئی ہے آنکھ	تصویر کر دیا نگہِ انتظار کو ؞ ؞

جاتے تو ہیں حضور مگر یہ بتائیے — روکیگا کون گریۂ بے اختیار کو

اب حسرتوں سے کوئی تعلق نہیں رہا
نانک فنا کیا ہے دل بیقرار کو

غم اسقدر بڑھیں کہ جگر بھی فگار ہو — زخم اتنے دل میں ہوں کہ نہ جنکا شمار ہو
ڈر ہے نہ راز عشق کہیں آشکار ہو — اے چشم بزم حسن میں کیوں اشکبار ہو
اپنے شہید ناز کو اے شوخ یوں مٹا — خواب و خیال میں نہ نشان مزار ہو
وہ فاتحہ کو آئیں بنیں پھول نقش پا — قبر شہید ناز پہ تازہ بہار ہو
تم سے جو بیقراری دل کچھ بیاں کریں — انصاف سے کہو کہ تمہیں اعتبار ہو
بلبل خدا کے واسطے شور فغاں نہ کر — ڈر ہے نہ خواب ناز سے وہ ہوشیار ہو
دن تو تڑپ تڑپ کے کاٹ دیجئے حضور — کیونکر بسر ہماری شب انتظار ہو
جسطرح بعد دفن مٹی ہے مری لحد — برباد اسطرح نہ کسی کا مزار ہو
کہتی ہے نزع میں سر بالیں مری قضا — غافل یہ وقت خواب نہیں ہوشیار ہو
دست جنوں سے ہے تری وحشی کا یہ خطاب — دامن میں تار ہو نہ گریباں میں تار ہو
اسطرح پھر فاتحہ نیت پہ آئیں آپ — نقش قدم حضور کا شمع مزار ہو
آندھی اڑا رہی ہے جسے کوئے یار سے — نانک کہیں وہی نہ ہمارا غبار ہو

غمِ گلشن نے کچھ ایسا کیا ہی ناتواں مجھکو
وگرنہ روک سکتیں کیا قفس کی تیلیاں مجھکو

نظر آئی بہار اور نگاہ گلشن میں خزاں مجھکو
دکھاتا ہی فلک ہر طرح کی نیرنگیاں مجھکو

بتایا یوں دلِ صد چاک کا میری نشاں مجھکو
دکھائیں دامن یوسف کی اُسنے دھجیاں مجھکو

پھرونگا گرنا پڑتا گرد کی صورت زمانے میں
اکیلا راہ میں چھوڑیں اہل کارواں مجھکو

زمینِ قبر میں آکر چھپا ہوں ضد یہ ہی اُس سے
ستاتا ہی یہاں کسطرح دیکھوں آسماں مجھکو

زباں پر آہ نالے لب پہ دل میں درد رہتا ہی
شبِ فرقت ملے ہیں کیسے کیسے مہرباں مجھکو

خیالِ آشیاں ایسا ہم صفیر و قتل کرتا ہے
چھری سے کچھ زیادہ ہیں قفس کی تیلیاں مجھکو

چمکتے جب زیادہ دیکھتا ہوں برقِ گردوں کو
تو بتیا ہی دل کا اپنے ہوتا ہی گماں مجھکو

جفا و جور پہ اُسکے جو میں خاموش رہتا ہوں
خدا کی شان ہے بت جانتے ہیں بے زباں مجھکو

حکایت پر اثر تھی طبع سنتے ہی بدل جاتی
اگر وہ اپنے دل کی کہتے دیتا داستاں مجھکو

سنا ہوگا مٹانا قبر کا اچھا نہیں ہوتا
یہی ہے نام کی صورت تو کر دو بے نشاں مجھکو

ہوئے ہیں شیخ بھی سنے پی کے بیخود اسطرح نانک
سمجھتے ہیں مرید حضرت پیرِ مغاں مجھکو

نگاہ لطف سے دیکھیں نہ کیوں اہل جہاں مجھکو
عطا کی ہی خدا نے ایسی پاکیزہ زباں مجھکو

جلاتا ہی ادھر ہر اک نفس سوزِ نہاں مجھکو
اُدھر کرتی ہی یاد اُس شعلہ رو کی نیم جاں مجھکو

کیا ہی عشق کے آزار نے یوں ناتواں مجھکو
زباں تک آہ کا آنا بھی ہوتا ہی گراں مجھکو

جدا جب سے ہوا دل دوستو راحت کہاں مجھکو
ہنسی اپنی نظر آتی ہی ہم رنگ فغاں مجھکو

وہ بلبل ہوں مجھے صیاد یہ شوق اسیری ہے
قفس میں بھی نہ آیا یاد اپنا آشیاں مجھکو

عدم سے جانب ہستی میں آیا عشق کے باعث
کہاں سے یہ دل پر شوق لایا ہی کہاں مجھکو

نہ نکلا ایک کے موہنہ سے ضعیف و ناتواں یہ ہے
کہ جاتے وقت بھولا ہی عدم کا کارواں مجھکو

خدا رکھے جنوں کو میرے پھر فصل بہار آئی
نظر آئیگا دامن تک گریباں دھجیاں مجھکو

میری جاں غیر کیسے عشق میں یہ بدگمانی ہے
ترے سایہ پہ بھی ہوتا ہی دشمن کا گماں مجھکو

قفس سے بعد مدت چھوٹ کر آیا تو کیا حاصل
نظر آتا نہیں اپنا چمن میں آشیاں مجھکو

خدا کا شکر ہے آتی نہیں طرز فغاں ناتک
مری فریاد کرتی ورنہ رسوائے جہاں مجھکو

سہتے ہو شکوہ ستم ناروا نہ ہو
اچھا نہ ہوگا جاؤ مری جاں خفا نہ ہو

اچھا چلو ہمیں سہی جھوٹے خفا نہ ہو
کرتے ہیں ایسا وعدہ نہیں جو وفا نہ ہو

صورت میں تیر ظلم کے شاید قضا نہ ہو
ترکش میں آپکے یہ میرا مدعا نہ ہو

انکی ہنسی ہے باعث تسکین اضطراب
ڈرتا ہوں میں کہیں یہ فریب وفا نہ ہو

شرمندہ نظارہ یہ کہتا ہی حشر میں
او چھپنے والے یاں بھی ترا سامنا نہ ہو

بیزار زندگی سے ہو ہمیں کوستے ہو تم
دیکھو کہیں میرے لیئے یہ بھی دعا نہ ہو

گلشن سے چن کے لایا ہی غنچے کوئی جہیں
ایسے کہیں مرا دل بے مدعا نہ ہو

موسیٰ اندھیری رات ہیں جاتے ہو طور پر
اتنا تو دیکھ لو کہ کوئی دیکھتا نہ ہو

ہر سمت ہو رہا ہے اندھیرا جہان میں
شاید چراغِ گورِ غریباں بجھا نہ ہو

ناناکؔ فراقِ یار میں دنیا سے باز آؤ
جاؤ وہاں جہاں پہ کوئی دوسرا نہ ہو

ہشیار ہو کے نیند سے کوئی خفا نہ ہو
یوں محو نالہ اے دل درد آشنا نہ ہو

کیونکر کہوں جو راز کسی نے سنا نہ ہو
واں مجھ سے پوچھنا کہ جہاں پر خدا نہ ہو

جلدی نہ کرو وصل کے وعدے کو حشر میں
پھر شوخ لو زباں سے کہی کچھ کہا نہ ہو

تم بیقرار سن کے ہوے جسکو بزم میں
وہ میرے ٹوٹتے ہوے دل کی صدا نہ ہو

کوئی تو منتشر کرے زلفِ درازِ یار
آہ رسا ہو میری جو بادِ صبا نہ ہو

اک اک جفائے عشق ہے گویا جواب روح
میری طرح سے کوئی ستم آشنا نہ ہو

جو کام بجلیوں کا تھا سب کر گئے کر چکیں
اب میرے غم کدے پہ نزول بلا نہ ہو

بیمار غم کے پاس سے اٹھے یہ کہکے دوست
بس اب دعا کا وقت ہے کوئی دوا نہ ہو

اے شوق بزم یار میں بیٹھوں کہاں پہ میں
جسکا ہے ڈر کہیں وہ ادھر دیکھتا نہ ہو

مرنا قبول اُن سے کا بگڑنا نہیں قبول
دم ہو لبوں پہ شکوۂ جور و جفا نہ ہو

مشق خرام ناز اور عاشق کی قبر پر
اس چال سے جہان میں محشر بپا نہ ہو

کچھ سوچ کر تمہارے بگڑنے سے خوش ہوں میں
مجھکو تو تب ملال ہو جب تم خفا نہ ہو

تم دل سے تیر کھینچ لو منظور ہے مجھے
اس شرط سے کہ ہاتھ کو جنبش ذرا نہ ہو

ناؔنک نہ کر بتوں کی محبت کا اعتبار
جسکو سمجھ رہا ہے وفا وہ جفا نہ ہو

ایسا وحشت نے کیا بے سر و ساماں مجھکو
اب نہ بستر ہے نہ دامن نہ گریباں مجھکو

بے صدا ہجر میں دیتا ہے ہراساں مجھکو
اب تو ہے خانۂ دل خانۂ زنداں مجھکو

ہوں وہ بسمل جگر و دل میں چھپا کر رکھوں
لاکھ ایذا دے ترے تیر کا پیکاں مجھکو

آبلہ پا وہ ہوں خود پاؤں بڑھا دیتا ہوں
نظر آتا ہے اگر خار بیاباں مجھکو

اپنے دامن کی طرح چاک کروں تو وحشت
ہاتھ آ جائے اگر حشر کا داماں مجھکو

خاک ہو جاؤنگا جلکے صفت پروانہ
نہ جلا بہر خدا اے غم پنہاں مجھکو

آپ سے میں ترے کوچہ میں نہیں آیا ہوں
کھینچ لائے ہیں یہاں تک مرے ارماں مجھکو

آخری شب ترا رخ یاد جو آ جاتا ہے
نظر آتی ہے سحر چاک گریباں مجھکو

اپنے انجام کا دھیان ہی بہت روتے ہیں
نظر آ جائے اگر گور غریباں مجھکو

مجھ سیہ بخت کو برباد کیا ہے جب سے
نظر آتی ہی پریشاں شب ہجراں مجھکو

ملتا ہے مبدۂ فیاض سے سب کو نانک
کیا تعجّب ہے کیا ہے جو سخنداں مجھکو

یاد آیا جو چمن میں رُخ جاناں مجھکو
باغباں باغ ہوا صورت زنداں مجھکو

وہ دکھاتے ہیں اگر خنجر بُرّاں مجھکو
صاف آتے ہیں نظر قتل کے ساماں مجھکو

دل جگر خاک ہوئی جاتے ہیں جلکر ای عشق
پھونکے دیتا ہے یہ سوز غم پنہاں مجھکو

پھرتے ہیں چاک گریباں کیے لاکھوں وحشی
عشق گیسو میں جو دیکھا ہی پریشاں مجھکو

میں وہ عاشق ہوں گلا کاٹکے مر جاؤنگا خود
نہیں منظور تری تیغ کا احساں مجھکو

دست وحشت کا برا ہو کہ بہار آتے ہی
کر دیا شکل سحر چاک گریباں مجھکو

اُس مسیحا کیطرح موت بھی آزردہ ہے
جانتی ہے جو مریض شب ہجراں مجھکو

پھر بہار آئی ہوا جوش جنوں رت بدلی
لیچلا شوق اسیری سوئے زنداں مجھکو

گل و شبنم کیطرح ربط ہے میرا اُس کا
خندہ زن ہوتا ہی وہ دیکھ کے گریاں مجھکو

ہائی اُسوقت عیادت کو مری آتے ہیں
جب سمجھتے نہیں وہ قابل درماں مجھکو

حسرتوں نے تو کیا سخت پشیماں نانک
کیا دکھاتا ہے مگر دیکھیے ارماں مجھکو

شب فراق میں دل ڈھونڈھتا ہے دلبر کو
عجب طرح کی مصیبت ہے جان مضطر کو

نشاں مٹا دیا مری لحد کا آخر کار
پس فنا بھی کدورت رہی ستمگر کو

وہ حسن ہے کہ ٹھہرتی نہیں نظر اپنی
کہاں ہے تاب کہ دیکھیں جمال دلبر کو

مزہ ہے رنج اٹھانے کا دل میں کہتا ہے
کوئی ستم سے نہ روکے مرے ستمگر کو

جو لکھ دیا ہے کم و بیش ہو نہیں سکتا
برا کہے کہ بھلا آدمی مقدر کو

کوئی خدا کیلئے اتنا چرخ سے پوچھے
ملا کے خاک میں کیا ملگیا ستمگر کو

مری جنوں کی ہے اس درجہ ہر طرف شہرت
چھپا کے رکھتے ہیں دامن میں کوہ پتھر کو

ترے شہیدوں کی حسرت یہی ہے اے قاتل
بنائیں طوق گلو آج تیرے خنجر کو

عزیز و دوست کسی کا کوئی نہیں ہوتا
عجب طرح کی مصیبت ہے اہل محشر کو

جو چاہتے ہو کہ نانک سخن کی داد ملے
سناؤ شعر غزل کے کسی سخنور کو

آہ پروانہ سوز آزما ہو
ہستی شمع محفل فنا ہو

لب پہ بیمار کے کیوں گلا ہو
چارہ گر ہجر میں گر قضا

موت آسے اگر یوں مزا ہو
سر کف ہیں وہ تیغ آزما ہو

تاک کر تیر مارو جو دل پر
کیوں نشانہ مری جان خطا ہو

وہ مسیحا جو بالیں پہ آ کے
آئے کیونکر نہ شکوہ زباں پر

زہر بھی دے تو مجھکو دوا ہو
جب ستم مجھ پہ بے انتہا ہو

گر ملے اُن کے ہاتھوں سے ناطق
زہر بھی مجھکو آبِ بقا ہو

جو پہ تو گل رخسار یار پیدا ہو
کبھی جو باغ میں آئیں جعد و مشک القم
دل اس حسین کا سدا صاف ہی رہے
وفا کی عہد سے نفرت رہی سدا تم کو
خیال یار ہو یا شمع ہو کہ دل میرا
ہر ایک نقش قلم شکل گل کرے پیدا

تو دل کے آئینہ میں کیا بہار پیدا ہو
خرام ناز سے طرفہ بہار پیدا ہو
اس آئینہ میں نہ یار کا غبار پیدا ہو
کہو وہ بات کہ کچھ اعتبار پیدا ہو
شب فراق کوئی غمگسار پیدا ہو
وہ چال چل کہ چمن میں بہار پیدا ہو

وہ کہہ رہے ہیں یہ ناطق بگاڑ کر گیسو
کسی طرح تو مجھے انتشار پیدا ہو

بعد غش کے آگیا جو ہوش شب دل گیر کو
کیا عجب تسبیح کا پائیں جو دلوا لے ثواب
ہوتا ہے محو تصور دل کہ آجاتی ہے نیند

سر ہٹا کر اس نے زانو پر رکھا شمشیر کو
گنتے ہیں سو بار ایک ایک دانہ زنجیر کو
رکھ کے ہم پہلو میں سوتے ہیں تری تصویر کو

اُف ری میری شوقِ گیسو اور یہ زورِ جنوں
سامنے سے ہٹ گئے دشمن کلیجہ تھام کر
رات بھر جل جل کے سر رکھتا ہے پائے شمع پر
روتے ہیں دربانِ زنداں وہ صدا ہے دردناک
کر کے نظارہ کیا بیکار قاتل دیکھ لے
آج دکھلا دو مرے دل کو قدر اندازیاں
مر گئے ہم قصہ دیوانگی سے طے ہو گیا

توڑ کے سو بار پھینکا پاؤں کی زنجیر کو
ایسی بیدردی سے کھینچا دل سے اپنے تیر کو
باوفا پروانہ کہنا چاہیے گلگیر کو
ہوتی ہے جنبش جو میرے پاؤں کی زنجیر کو
پی گیا آنکھیں سینکی ہوا آب دمِ شمشیر کو
ہاں اُڑا دو دوسرے ناوک سے پہلے تیر کو
اب تو کھلوا دو ہمارے پاؤں کی زنجیر کو

ساتھ لیجاؤنگا ناکث قبر میں یادِ رشید
رکھ لیا ہے اپنے دل میں میں نے اپنے پیر کو

رنگ اُڑ جانے سے سمجھا ضعف کی تاثیر کو
پاؤں کو جنبش نہ زنداں میں ہوئی ضعف کھنچا
تم وہ ہو پہلو میں ہم کو بیٹھنے دیتے نہیں
مرحبا فرہاد اس تیشے سے زخمی کر لیا
رہ گئے سے ہو کے دیوانے ترستے ہیں کہیں
تو ہے نازک اور کچھ زخم کی ہے سخت راہ

رو دیا پھر اور سب کھینچا مری تصویر کو
مر گئے ہم غل کی حسرت رہ گئی زنجیر کو
ہم وہ ہیں دل میں جگہ دی ہے خدنگ کے تیر کو
خون کا دریا بہایا خوب ہی شمشیر کو
چھو لیا ہے تیرے دروازہ کی زنجیر کو
کس طرح مشکل نہ ہو چلنا تری شمشیر کو

جو حسیں ہیں سادگی بھی اُنکی دیتی ہے مزا
رنگ و روغن سے علاقہ کیا تری تصویر کو

اہل ہجراں سب سمجھ جاتے ہیں رات آخر ہو چلی
سُنکے فرقت میں ہماری نالۂ شب گیر کو

حلق کے نیچے اوتر سنے دیتے کیونکر وقت ذبح
پیتے دیکھا خون میں آب دم شمشیر کو

دل میں رکھکر لائینگے خاطر ہمیں منظور ہے
پھینکو دو دکھ کر، کون لاتا ہے ہماری تیر کو

قید خانہ میں ہماری بیکسی کے بعد گئے
حلقۂ ماتم بنایا حلقۂ زنجیر کو

بند جب آنکھیں کرونگا یہ تصور کی ہے مشق
کھینچ لونگا دل پہ نانک یار کی تصویر کو

ہ

سامنے آئے اگر اے روئے دلبر آئینہ
غیر ممکن ہے نہ ہو حیران و ششدر آئینہ

رہتا ہے پیش نظر اُنکے برابر آئینہ
کیوں نہو اپنے نصیبے کا سکندر آئینہ

صاف کب ہے پُشت کی جانب سے دلبر آئینہ
دل ہے ہر پہلو سے عاشق کا سراسر آئینہ

چاہتا ہوں سرو کی دریا میں ہے دیکھو لیجیا
چاہیئے ہے قد جاناں کے برابر آئینہ

نام حق ہے مصحف رُخ کی تلاوت ہو شروع
تم اُٹھا لو آج بسم اللہ کہہ کر آئینہ

گیسوؤں کا عکس لہراتا ہے موجوں کیطرح
ہو گیا اے بحر خوبی ایک سمندر آئینہ

جو صفائی اسمیں ہے وہ اسمیں ہو سکتی نہیں
تیرا چہرہ خود ہے آئینے سے بہتر آئینہ

عاشقوں کے دل کے آئینے تجھے کافی حسن کو
تو نہ گر ایجاد کرتا اے سکندر آئینہ

شیشۂ دل میں ہے عکس روئے جاناں جلوہ گر
رکھ لیا ہے میں نے آئینے کے اندر آئینہ

ساتھ موج زلف کے پڑ جائے گر ابرو کا عکس
ہو بلا تشبیہ اک دریائے خنجر آئینہ

عشق سے میرے یہ چلتا ہے انکے حسن کا
جسطرح ہو لازم و ملزوم جوہر آئینہ

دیکھ لینگے عکس اسمیں جلوۂ محبوب کا
ساقیا میرے لیے ہے ایک ساغر آئینہ

صاف ہونے کی کیفیت کہتی ہے جاگے ہیں حضور
ہو گیا سب حال بس بس بندہ پرور آئینہ

دل کے سو ٹکڑوں میں سو جلوے ترے آئے نظر
بن گیا سو آئینے صد پاش ہو کر آئینہ

جب ہنسی میں اسکو اپنے دل سے دیتا ہوں مثال
پھینک دیتے ہیں وہ اے نازک اٹھا کر آئینہ

نوک مژہ یار ہے نشتر سے زیادہ
تیز ابرو ہے خمدار ہے خنجر سے زیادہ

کیوں ملتا ہے اے دل تو تونگر سے زیادہ
ملتا نہیں انساں کو مقدر سے زیادہ

جب سے کہ مزہ غم کا پسند آیا ہے دل کو
الفت ہے اسے شوخ ستمگر سے زیادہ

خار الم درد مرے زخم جگر میں
رہ رہ کے کھٹک دیتے ہیں نشتر سے زیادہ

اے دل نہ ترس آئیگا ان سنگدلوں کو
سختی میں یہ بت ہوتے ہیں پتھر سے زیادہ

بیداد و ستم جور و جفا تیرے او ظالم
بڑھ کر ہیں کہیں چرخ ستمگر سے زیادہ

پہلو میں جگہ اسلئے دی ہو کہ تجھے اے دل
فرقت میں کروں آہ جو اس شوخ کی ایدل
سیماب تو کیا برق بھی بیتاب نہ ہو گی

تو ہجر میں غمخوار ہے دلبر سے زیادہ
ہنگامہ ہو برپا ابھی محشر سے زیادہ
اے دوست ہماری دل مضطر سے زیادہ

مجنوں کی طرح دامن صحرا کو بھی نانک
وحشت میں سمجھتے رہے ہم گھر سے زیادہ

کیا جذب محبت ہی نہ کم اور زیادہ
دیتے ہیں تسلی جو مجھے وہ دم رخصت
ہم ظلم و ستم سے ترے سیراب نہ ہونگے
جینے کو نہ کہئیے دل پر درد سے میرے

جتنا وہ کھنچے بڑھ گئے ہم اور زیادہ
ہوتا ہے مجھے جوشش غم اور زیادہ
ہاں ہوں ستم ایجاد ستم اور زیادہ
ہو جائیگا یہ مورد غم اور زیادہ

خط میں انہیں نانک نہ لکھو اپنی تمنا
خامہ کی زباں ہو گی قلم اور زیادہ

ہجر کی رات بسر ہو گئی تدبیر کے ساتھ
حشر کے دن بھی وہی لطف نظر آتا ہے
اشک آنکھوں میں [illegible]
دل [illegible]

وہ بھی مضطر ہوئے جب آہ کی تاثیر کے ساتھ
میری تصویر بھی ہے آپ کی تصویر کے ساتھ
آپ [illegible] میری آج ہیں تاثیر کے ساتھ
دل [illegible] کھینچ لیا [illegible] تاثیر کے ساتھ

آپ انصاف کریں مجرمِ اُلفت میں ہوں
اور تحریر بھی ہے آپکی تحریر کے ساتھ

تو نہ آیا شبِ وعدہ تو نہ آیا نہ سہی
رات بھر چین سے سویا تری تصویر کے ساتھ

لاکھ وہ قطع کریں رسمِ تعلق ناوک
سلسلہ دل کا رہے زُلف کی زنجیر کے ساتھ

ی

عاشق مزاج ناوک اک مرد با خدا ہے
ظاہر بتوں کا بندہ باطن میں پارسا ہے

اے روح پوچھ لے تو پھر اس مری قضا ہے
وہ ذبح کر کے مجھکو کیوں ہاتھ مل رہا ہے

پوچھینگے اہل محشر قاتل کا نام کیا ہے
کہہ دونگا سر جھکا کر مجرم مری وفا ہے

اب ضبطِ غم کی طاقت رخصت ہی میرے دل سے
اے دردِ دل بتا دے آخر کچھ انتہا ہے

مشکل ہوا ہے مجھکو اب سانس کا بھی لینا
ظالم تری ہنسی نے بے چین کر دیا ہے

طاقت نہیں زباں میں باقی رہی سخن کی
اب ہم سے پوچھتے ہیں کیا تیرا مدعا ہے

تیرے ستم کو یارب ہر وقت ہو ترقی
ہچکی کے ساتھ میری یہ آخری دعا ہے

دنیا کا بھی تعلق اُمید پر ہے قائم
اے روح ٹھہر خدارا وہ مجھ تک آ رہا ہے

آئینہ لیکے بیٹھیں مجھکو ہو دل کا دھڑکا
[illegible] تھے ہزار جانیں یہ کسکا نقش پا ہے

محفل میں آنکی ہم نے کیوں شمع پر نظر کی
زخمِ جگر میں سوزش پہلے سے بھی سوا ہے

نانک بتوں سے پوچھو کہہ دینگے اپنا بندہ
واعظ سے چلکے پوچھو کہدیگا پارسا ہے

سحر کو ہم ہیں شکل روز ہجراں دیکھنے والے
کہیں ہم بھی نہ ہو جائیں اسی کیطرح دیوانے
بنا ہے سینہ رشک خلد اتنے داغ حسرت ہیں
قسم دیدے کے پوچھو قید میں ہیں اُف نہیں کرتا

مبارک اُنکو جو ہیں روئے جاناں دیکھنے والے
یہ کہتے ہیں مرا چاک گریباں دیکھنے والے
ادھر بھی دیکھ او سیر گلستاں دیکھنے والے
ابھی موجود ہیں سب اہل زنداں دیکھنے والے

نہیں ڈرتے وہ نانک مرکے مدفن کے اندھیرے سے
جو ہیں تاریکی شبہائے ہجراں دیکھنے والے

وہ سب ستم کئے ستم روزگار نے
گلشن میں ایسا رنگ جمایا بہار نے
ہوتا ہے یہ عیاں نگہ انتظار سے
آب کرم سے داغ گنہ دھو دئے مرے
پتھرا کے رہ گئی نہ ہٹی در سے پھر نگاہ
بعد فنا وہ عاشق شیدا کے سوگ میں
کہنا یہ اُس حسین سے تو جا کے نامہ بر

لکھے تھے جو نصیب میں پروردگار نے
بدلا نیا لباس ہر اک گلعذار نے
القصہ دیر انتظار کیا انتظار نے
روز جزا میں رحمت پروردگار نے
کیا ہی مجھے ایسا ملول ترے انتظار نے
سنتے ہیں آج بیٹھے ہیں گیسو سنوار نے
نانک کی جان لی ہے ترے انتظار نے

ہے پاس ضبط ہمکو ہجر میں نالہ نہیں کرتے
کرو تم ہمکو رسوا ہم تمہیں رسوا نہیں کرتے

دل درد آشنا کو خوگر ایذا نہیں کرتے
تم اے نانک کسی کے عشق میں اچھا نہیں کرتے

خفا ہوتے ہیں سنکر کسلیئے فرقت کا افسانہ
مقدر کا گلا ہے انکا کچھ شکوا نہیں کرتے

نہ نکلا تنگنائے دہر میں ارماں کوئی دل کا
مگر شکوہ ترا اے وسعت صحرا نہیں کرتے

ہمارا دامن تر دامن ساحل کا ہمسر ہے
رواں کب دے کے ہم آغوش میں دریا نہیں کرتے

دوبارہ نوح کے طوفان کا سا حال ہو دنیا میں
سنبھل اے دیدۂ تر اسطرح رویا نہیں کرتے

نہ خواہش کی جمال دوست کی پھر کیسے عاشق تھے
تمنا دید کی یوں حضرت موسیٰ نہیں کرتے

ہزاروں حسن بیں دیدے کھینچیں چارہ گر لیکن
جو ناوک دل میں گھر کرتے ہیں پھر نکلا نہیں کرتے

چلے آئے ہیں قسمت سے ذرا اے درد دل تھم جا
سنا دوں قصۂ غم روز وہ آیا نہیں کرتے

ہمارے دل میں رہتا ہے کوئی ہم ایسے مجنوں ہیں
کبھی اے قیس فکر محمل لیلیٰ نہیں کرتے

ادائیں ہیں نرالی حسن کی جلوہ نمائی کی
چھپے بیٹھے ہیں پردے میں مگر پردا نہیں کرتے

صفائی قلب کی یوں کام آئی ہے محبت میں
وہ دلکو دیکھکر پھر آئینہ دیکھا نہیں کرتے

نہیں وہ فرض کرکے دیکھنا پچھتائینگے نانک
ہماری زندگی میں جو ذرا پروا نہیں کرتے

کروں میں ضبط کچھ مشکل نہیں ہے
مگر وہ جور سے غافل نہیں ہے

تپاں کب یہ دل بسمل نہیں ہے
مگر پہلو میں وہ قاتل نہیں ہے

دل وحشی کا ای جان روک لینا
ہمیں مشکل تمہیں مشکل نہیں ہے

دل عاشق کی آہوں کا دھواں ہے
یہ اے لیلی تری محمل نہیں ہے

ہے اپنی بات اپنی جان کے ساتھ
تمہارا وعدہ باطل نہیں ہے

تمہیں انصاف سے کہہ دو میری جان
تمہاری ہر ادا قاتل نہیں ہے

نظر آئیگی ہر جانب اُداسی
اگر وہ صاحب محفل نہیں ہے

ہماری سخت جانی کی ہے تقصیر
خطائے خنجر قاتل نہیں ہے

مٹائے سے نہیں مٹنے کا قاتل
خط قسمت خط باطل نہیں ہے

مرا دل ہر نفس سینے میں ای جان
تمہاری یاد سے غافل نہیں ہے

مٹے پر بھی وفا کی بو رہے گی
یہ میرا دل ہی تیرا دل نہیں ہے

برا ہو ناتوانی کا وگرنہ
کچھ ایسی دور تو منزل نہیں ہے

سوائے شکر احساں لب پہ ناطق
کبھی کچھ شکوۂ قاتل نہیں ہے

اُٹھا اُونگا اگر میں ناز قاتل تیری خنجر کے
نکلی آئینگے سب ارمان میری [illegible] دل کے

ہمارا شوق دل کہتا ہی ہر دم کام [illegible] کے
برا و تیا ہی غربت میں نشان [illegible] شمع کے گھر کے

تری محفل میں ساقی کون ایسا مست آیا ہے
نکل جاتی اسی صورت سے حسرت میرے دل کی
تری محفل میں ساقی ہیں وہ برگشتہ مقدر بھی
تمہاری ہجر میں یہ دم لبوں پہ جیسے بسمل
ہے یہ باعث ہی کہ ظلم و جور کا شکوہ نہیں کرتے
مٹے آفت سے تیری رات دن شمار رہتے ہیں
ستارے گنتے شب فرقت [illegible] گردوں پر
جدا ہو کر تمہاری سے ادھر [illegible] ہو گیا دم میں
الٰہی خیر کرنا ہجر کی پھر رات آئی ہے

برابر چل رہے ہیں دور پہ دور ساغر کے
اگر ارمان میرے بچ جائیں آنسو دیدۂ تر کے
میری قسمت سے شیشے ہو گئے افسوس پتھر کے
بیاں کیا کیجئے ارمان اپنے قلب مضطر کے
ترے عاشق میرے جیساں [illegible] ہیں روز محشر
ترے میخوار ہیں ساقی نہیں محتاج ساغر کے
میرے جیساں [illegible] ہیں ہمارے قلب مضطر کے
یہ فتنے آپ کے [illegible] تری چشم فسوں گر کے
سحر کی مشکل [illegible] ابھی [illegible] ہیں در پر

بہت اچھا کیا تو نے جو میخواری سے کی نا[illegible]
ملینگے اسکے بدلے بعد مرنے جام کوثر کے

وہ نہ صحت پا سکا عیسیٰ کے بھی اعجاز سے
ہو گئیں جب چار آنکھیں اس بت طناز سے
سوچتا ہوں عشق میں کس کو بناؤں ہم نفس
ہو چکا محشر بپا مردے بھی زندہ ہو چکے

جو کہ زخمی ہو گیا تیر نگاہ ناز سے
دیر تک دیکھا کیا ہم کو عجب انداز سے
خود ہی میں واقف نہیں ہوں اپنے دل کے راز سے
آپکی رفتار سے اور آپکے اعجاز سے

دیدہ و دانستہ یہ دل جس کا بندہ ہوا
گو کہ تھی انجام پر اسکی نظر آغاز سے

خفتگان خواب کو آگے ہو اس سے کیا اُمید
حشر برپا کر دیا جس نے خرام ناز سے

جذبۂ اُلفت کا اثر کیا اُسپہ ہو وعدہ کی شب
جسکو روکا ہو نزاکت نے زیادہ ناز سے

آب حیواں سے سکندر کیوں پھرا ناکامیاب
کچھ اگر واقف بھی تھے تو خضر ہی اس راز سے

زلف چہرے سے ہٹا کر تم بھی تو دیکھو ذرا
شمع محفل دیکھتی ہے تمکو کس انداز سے

ہاتھ سینے سے ہٹا لو بر سنی جاتی ہے کھٹک
تم ابھی واقف نہیں ہو مری دلکے راز سے

مثل موسیٰ کیوں نہ غش آجاتا اے نانک مجھے
جلوۂ جاناں تھا بڑھکر برق کے انداز سے

ستم نیا ہو کوئی مجھ سے ناتواں کے لیے
یہ ظلم کہنہ تو رہنے دو آسماں کے لیے

مہک رہے ہیں اسیر چمن کی تربت پر
جو چند پھول اُٹھائے تھے آشیاں کیلئے

ترے نثار ہیں اے دود آہ ہجر کی شب
اِک آسمان ہے اور آسماں کیلئے

وفور رنج و الم نے کیا ہے وہ لاغر
کہ سانس بھی ہے گراں جسم ناتواں کیلئے

قفس میں رہ کے اثر کی تلاش اے نالو
خود آگ لینے چلے اپنے آشیاں کیلئے

مٹے ہوؤں کا رہ عشق میں پتہ کیسا
بھٹکتے پھرتے ہیں یوسف بھی کارواں کیلئے

وفور شوق میں سینے سے ہاتھ اُٹھائے ہوئے
چلا ہوں کوچہ قاتل میں امتحاں کے لیے

نیا ہے حکم یہ صیاد کا اسیروں کو
قفس میں گوشہ کوئی ڈھونڈھیں آشیاں کیلئے

ہزاروں جھک گئے سر شوق ذبح تو دیکھو
اُٹھائی تیغ کسی نے جو امتحاں کے لیے

دل و جگر تو ہوے نذر ناوک جاناں
اب اور کیا ہو مدارات میہماں کیلئے

غم فراق میں کیونکر نہ روؤں جی بھر کے
لہو ہے دل کا مری چشم خونفشاں کیلئے

فسانۂ غم فرقت بیاں ہو کیونکر
کہ یہ مزے تو بنے ہی نہیں زباں کیلئے

نہ کیوں ہو ناز کہ ہے لکھنؤ وطن میرا
اثر سخن کا ہے نانک مری زباں کیلئے

دکھا دی شکل کوئی اُنکے آستانے کی
کہ ہمکو فکر ہے تقدیر آزمانے کی

ادا بتاتی ہی ہر گل کے مسکرانے کی
کہ خیر اب نہیں بلبل کے آشیانے کی

ہیں سرد آہوں سے کیونکر چھپاؤ دل کی لگی
نہیں یہ شمع ہواؤں سے جھلملانے کی

قفس سے چھٹنے کی اُمید ہی نہیں ہے صبا
خبر ہیں سنکے کروں کیا بہار آنے کی

ہمیں بنے ہیں خود اپنے فراق کے باعث
ہمیں نے کوششیں خود کی ہیں ناز اُٹھانے کی

رُلا رُلا کے اُمیدوں کا خون کیا تم نے
یہی تو وجہ ہے سرخ آنسوؤنکے آنے کی

فنا کے بعد قیامت کا سامنا ہو گا
خبر ہے گور غریباں میں اُنکے آنے کی

وہ دل جلا ہوں سدا دود آہ سوزاں سے
سیاہ رہتی ہیں دیواریں قید خانے کی

مٹایا نام مرا قتل کرکے عالم سے
اب اُنکو ضد ہے نشان لحد مٹانے کی

وہ ہنس کے کہتے ہیں لو موسم بہار آیا
نئی ادا ہے یہ دیوانوں کے ستانے کی

میں کیا اُمید کروں کا مدعا وہ گئے لاش کو تم
نہ سنبھلیں زلفیں بھی بے نیازی سے شانے کی

نہ پوچھو وصل کی شب سر گذشت درد فراق
دلاؤ یاد نہ بھولے ہوئے فسانے کی

بھلا وہ دل کو مری پائمال کیا کرتے
یہ ساری چالیں تھیں نقش وفا مٹانے کی

جو آہ آئیگی لب تک زمانہ ہوگا تباہ
کرو نہ ضد کسی بیکس کے دل دکھانے کی

یہ یاد رکھنا ہوں کہ آنکھوں میں دم رکیگا جو میرا
خبر سنی ہے جو اک بیوفا کے آنے کی

حباب تھکا بنا ہو لی شکل تھا سب کچھ بھی نہ تھا
حقیقت اتنی ہے دنیا کے کارخانے کی

سمجے دل اس کا بہتر یہ فن سے کسطرح نانک
کہ جسکو یاد ہوں عیاریاں زمانے کی

تمہارے ہجر سے ہے شرم تم نے تو شاد کیا مجھے
کیا ہلاک نظر سے نظر ملا کے مجھے

رہیگا مرکے بھی یا شکوہ سے تری جفا کے مجھے
تمام عمر دیئے رنج انتہا کے مجھے

نہ چھوڑیگا ایسا سُلایا تونے آ کے مجھے
تھکے تمام اطبا جگا جگا کے مجھے

جو دیکھا طالب دیدار مثل موسی ہوں
تو اُسنے کردیا بیہوش رخ دکھا کے مجھے

لحد میں بھی نہیں چین اہل بہر ستوں
ستاتے ہیں مرا شانہ ہلا ہلا کے مجھے

ہوں تو وہ ظلم کا ہوتی ہے تیز مجھ پہ نظر
وہ مشق کرتے ہیں ناوک لگا لگا کے مجھے

امید وصل ہو کیونکر جب ہو ایسا حجاب
حیا سے دیکھ سکے جو نہ آنکھ اٹھا کے مجھے

اسیر تازہ ہوں جو چاہیے ستم کیجیے
جفائیں سہنے کے پر قاعدہ سکھا کے مجھے

دکھا دیا یہ اثر چشم مست ساقی نے
رہا نہ ہوش نظر سے نظر ملا کے مجھے

ٹپکتے دیدۂ جوہر سے خون کے آنسو
کسی کی تیغ جو دی تھی گلے لگا کے مجھے

جو دھیان آئیگا میری وفا کا اے ناوک
ملیں گے دست تاسف بہت مٹا کے مجھے

بوقت نزع یوں توڑا طلسم خاموشی میں نے
کہ دی ہچکی کے لہجے میں صدا آخری میں نے

بڑھا دی اور شام ہجر کی کچھ بیکسی میں نے
تڑپا کر درد دل میں اس طرح سے جان دی میں نے

اٹھایا صورت موسیٰ نے لطف تجلی میں
کہ ہر ذرے میں دیکھی انکے رخ کی روشنی میں نے

سیئے جاتے ہیں زخم دل کے موئے طرفہ عداوت سے
ہوا حکم زباں بندی اگر کچھ بات کی میں نے

جنوں کے جوش میں باقی رہا کچھ پاس رسوائی
نہیں کی اپنے ہاتھوں سے کبھی جامہ دری میں نے

غضب سے ناوک مژگاں کی آفت بڑھتی جاتی ہے
خدا حافظ ہی کی دشمن سے اپنے دوستی میں نے

اڑا دیتا ہے ہنس ہنس کر وہ ظالم کیا قیامت سے
جو کوئی بات مطلب کی کبھی اس سے کہی میں نے

گرائی ہے جو میری آہ نے بجلی نشیمن پر
ادھر دیکھی تھی کچھ پہلے پہر کی روشنی میں نے

خبر کسی نے نہ لی فرقت میں میری اضطرابی کی
زمانہ ساتھ میرے روتا تھا یوں صبح کی میں نے

اشارہ ہوں وہ دل پر ہجر میں جو کچھ گذرتی تھی
کسی ہمدرد سے کہدی داستان غم کبھی میں نے

تری آنکھیں جو ستم میں جگر کے داغ شاہد ہیں
کہ جا کر مسجدوں میں کی ہے شکوہ سنجی میں نے

جفا ناز پر میری آنسو ہوئی ہیں وہ یہ کہنے کو
خدا سے داد لونگا ہاں بہت کی ہے ہنسی میں نے

وہ ای ناٹک عداوت سے مجھے بدنام کرتے ہیں
سوائے دوستی کب کی کسی سے دشمنی میں نے

فریاد ہی اسی سے یہ مجھ بیگناہ کی
دیتا ہے داد جو ہر دادخواہ کی

منہ سے کہیں نہ جو کرم کی نگاہ کی
پرسش ہوئی نہ پھر تو کسی گناہ کی

کہتی ہے صاف صاف ادا اس نگاہ کی
صورت آگئی ہے آج کسی بیگناہ کی

یارب نہ ہو جو جوش پہ بحر کرم ترا
کشتی کبھی نہ پار ہو اہل گناہ کی

نکلا نہ زندگی میں کوئی ارمان وصل کا
کہتی ہے بعد مرگ یہ حسرت نگاہ کی

ناٹک ہیں وادی وحشت میں ہر قدم
کرتی ہے رہبری مری خود گرد راہ کی

ناٹک نے راز عشق چھپایا حضور خوب
گو مر گیا مگر نہ کبھی منہ سے آہ کی

جو عاشق دل سے ہیں یاد روئے جاناں دیکھ ہی لینگے
جنوں جنکو ہے وہ زلف پریشاں دیکھ ہی لینگے

مصیبت جھیلکر راحت کے ساماں دیکھ ہی لینگے
مٹا ای ناامیدی ہو طرح سے دلکی حسرت کو
نہ کم ہو گی اگر دیوانگی زلفوں کے عاشق کی
قفس میں کہتی تھی رو رو کے یہی صیاد سے بلبل
پھڑ پھڑا کر وہ دونوں پہلوؤں کو چاک کرتے ہیں
سمجھتے ہیں سے اپنی آپکی زلفوں کے دیوانے
جنھیں مشق تصور ہے انھیں مانی کی کیا حاجت
جنوں میں قطع کرکے سلسلہ قید سلاسل کا

اگر زندہ ہیں اے کردن تری جاناں دیکھ ہی لینگے
جو قسمت میں لکھا ہے روئے جاناں دیکھ ہی لینگے
تو سب ٹکڑے ہی داماں و گریباں دیکھ ہی لینگے
نگاہوں سے عشق ہے اک دن گلستاں دیکھ ہی لینگے
ہمیں یہ ضد ہے تیرا دردِ پنہاں دیکھ ہی لینگے
جو زندہ ہیں بلا ای شام ہجراں دیکھ ہی لینگے
ہم ایسی دن اپنے دل میں شکل جاناں دیکھ ہی لینگے
کسی صورت سے ہم وحشی بیاباں دیکھ ہی لینگے

وہ ناداں ہیں نہ کچھ دفن و کفن کا حال اے ناتک
ترے لاشے پہ آکر سارے ساماں دیکھ ہی لینگے

عاشق مردہ کو ٹھوکر سے جلانے کے لیے
مضطرب ہے برق بھی اسکے جلانے کے لیے
انکے دل میں جو کدورت ہے عیاں ہو جائیگی
ہے عیاں اس بزم میں سوز و گداز حسن عشق
شعلہ رو تربت پہ میری اور تو کوئی نہیں

آئے ہیں شانِ مسیحائی دکھانے کیلئے
تنکے رکھتے ہیں جو میرے آشیانے کیلئے
جب نشانِ قبر آئینگے مٹانے کیلئے
شمع ہے پروانہ ہے جلنے جلانے کیلئے
ہاں مگر اک شمع ہے آنسو بہانے کیلئے

حق اگر پوچھو تو پتھر کا کلیجہ چاہیے
ان بتوں کے غمزۂ بیجا اٹھانے کیلئے

خفتگان خاک جو تک اٹھے قیامت آگئی
آہ بانگ صور تھی گویا زمانے کیلئے

وای قسمت شام ہی سے آج ضعفی آگئی
آے تھے ہم دل کا افسانہ سنانے کے لیئے

سنگ در پر سے سدا یہ کہتا نہیں ہمدم نسیم
راہ پیدا کی ہے قسمت آزمانے کے لیئے

وہ تو کہیے رک گئے آنسو ہمارے ہجر میں
کم نہ تھے یہ نوح کا طوفان اٹھانے کے لیئے

جب قفس میں پوچھتا ہوں برق سی آئی لگی
صاف کہتی ہے کہ تیرے آشیانے کے لیئے

المدد اے آرزوے وصل جاناں المدد
جاتا ہے ناتک مقدر آزمانے کے لیئے

سر تند ملک عدو عاشق کو دکھلاتے ہوئے
انکے گیسو تا کمر آپہونچے بل کھاتے ہوئے

آپکے وعدے کا کچھ اس وجہ ہوتا ہے یقیں
رات کٹ جاتی ہے ساری دلکو بہلاتے ہوئے

ہمسے پوچھے کوئی انکی فصل شباب
ہمنے باغ حسن میں دیکھی بہار آتے ہوئے

تیرہ بختی نے نہ چھوڑا ساتھ بعد مرگ بھی
داغ دل بجھنے لگے سب قبر تک جاتے ہوئے

زلزلے عالم میں سو سو بار آکر تھم گئے
کسنے دیکھا ہے مری دلکو قرار آتے ہوئے

عشق کو اب تک سمجھا ہمنے گو عاشق رہے
عمر ساری گذری اس گتھی کو سلجھاتے ہوئے

کیا خبر تھی ہمکو عشق زلف میں ہوتا ہے کیا
ہمنے دیکھا ہی نہ تھا پہلو سے دل جاتے ہوئے

اُسنے اتنا تو کہا ہوتا کہ مرتا ہے کوئی ، آج بھی احباب تو کچھ ہمکو سمجھاتے ہوئے
اُنکے ہاتھوں سے لگا تھا تیر دھیان اسکا رہا شرم آئی جاؤ گر گو زخم دکھلاتے ہوئے
تمنے ناتک آکے دہلی میں کہی ایسی غزل شاعروں کے ہوش اُڑتے ہیں یہاں آتے ہوئے

تڑپ تڑپ کے فراق جاناں میں ہمنشیں ! یوں سحر ہوئی ہے
گذاری شب کروٹیں بدل کر ادھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
بتائیں کیا تم کو ہجر کی شب تڑپ کے کیونکر بسر ہوئی ہے
خدا ہی اس حال سے ہے واقف کہ جسطرح سے سحر ہوئی ہے
جنوں کا جوش اور موسم گل ، وہ قید ہستی وہ عشق کا کل
نہ پوچھ اے ہمنشیں خدارا کہ عمر کیونکر بسر ہوئی ہے
ہٹا کے رخسار سے وہ گیسو ، ادا سے کہتے ہیں مسکرا کر
ذرا کوئی اسطرف بھی دیکھے کہ آج کیسی سحر ہوئی ہے
کئے ہیں قتل اُس نے اتنے عاشق شمار جنکا ہے غیر ممکن
نہ پوچھو ہم سے یہ مختصر ہے ، ادھر کی دنیا اُدھر ہوئی ہے
ہمارے درد جگر کی حالت نفس کی ہے کشمکش سے ظاہر
کہ تن سے جان حزیں کی رخصت برائے عزم سفر ہوئی ہے

طویل ہے داستاں کہوں کیا میں بستر غم پہ مضطرب تھا
خدا خدا کر کے رات گذری تڑپ تڑپ کے سحر ہوئی ہے

خبر نہ تھی بخت بد سے ناتک جو بعد مرنے کے پیش آیا
مٹی پہ بھی خاک قبر اپنی چہار سو در بدر ہوئی ہے

ساقی نے لطف سے جو نظر بار بار کی
عزت زیادہ ہو گئی مجھ بادہ خوار کی

کرتا ہے سجدے شکر کے مستی میں پی کے مے
ہے میکدے کے در پہ جبیں بادہ خوار کی

ساقی شراب سامنے سب کے پیا نہ کر
ڈر ہے نظر لگے نہ کسی بادہ خوار کی

زاہد سے باتیں کرتا ہے اللہ ری شوق مے
آنکھیں ہیں میکدے کی طرف بادہ خوار کی

حوران خلد دیتی ہیں جام مئے طہور
عزت ہے ساقیا یہ ترے بادہ خوار کی

ساقی کا پھر گیا چہرے کی آب و تاب
رنگت وہ اب کہاں ہے رخ بادہ خوار کی

کھولا ہے باب میکدہ توڑی ہے مہر خم
ساقی نے آج سن کے صدا بادہ خوار کی

ساقی خبر لے ٹوٹے نہ رشتہ حیات کا
اب ٹوٹنے لگیں ہیں رگیں بادہ خوار کی

غیروں کو اس نے دے کے مئے آتشیں کا جام
بھڑکا دی اور آگ دل بادہ خوار کی

زاہد نے سچ کہا مئے احمر حرام ہے
رنگت یہی ہے خون دل بادہ خوار کی

پھوٹ آئیں کلیاں باز دے بلبل ہیں باغباں
آمد سنی قفس میں جو فصل بہار کی

طول اسکا دیکھ دیکھ کے کہتے ہیں سب مریض
شاید سحر نہیں ہے شب انتظار کی

آیا ہوا ہے ساری زمانہ میں زلزلہ
حالت نہ پوچھیے آپ دل بیقرار کی

ساقی پلا شراب سوی قبلہ ہے گھٹا
رحمت شریک حال ہے پروردگار کی

گیسو کسی کے آج کمر تک پہنچ گئے
حد ہو گئی تمام شب انتظار کی

نانک تمہارے دامن دل کی ہو خیر اب
گلشن میں آرہی ہے سواری بہار کی

پہلے حضور پرسش تقصیر چاہیے
پھر مجھ پہ مان عشق کو تعزیر چاہیے

فرقت میں پھر نہ زیست نہ تدبیر چاہیے
تسکین دل کو آپکی تصویر چاہیے

آیا بتوں کی شکل کا دل میں مرے خیال
کعبہ میں اسطرح کی تصویر چاہیے

پھر وحشیوں کا اپنے کرینگے وہ امتحاں
مجنوں کی اسلئے انہیں تصویر چاہیے

رہتا ہے جسکا دل میں مرے ہر گھڑی خیال
آنکھوں کے سامنے وہی تصویر چاہیے

نانک کسی کے ظلم کا شکوہ نہ بھولے سے کر
رہنا خموش صورت تصویر چاہیے

کب سینہ میں دل صورت بسمل نہیں رکھتے
پر تجھ سے قلا ہم کوئی قاتل نہیں رکھتے

کہتے ہیں یہی راہرو کوچۂ الفت
تربت کے سوا خواہش منزل نہیں رکھتے

سو ٹکڑے کیے فصل بہار آئے جو دیکھی
دیوانے ترے بار سلاسل نہیں رکھتے

جو شمع صفت جلتے ہیں ہر بزم میں جا کر
کب عشق وہ اے صاحب محفل نہیں رکھتے

پھرتے ہیں بگولے کیطرح دشت میں ہر سو
آوارۂ الفت کوئی منزل نہیں رکھتے

کیوں بند کفن کھولتے ہیں قبر میں احباب
موںھ ہم تو دکھانے کے بھی قابل نہیں رکھتے

کیا جانیے کیسے وہ ستمگار ہیں نانک
سر تن سے جدا کرتے ہیں بسمل نہیں رکھتے

گو پریشاں اے صبا گیسوے دلبر ہو گئے
عاشقوں کے پھر مشام جاں معطر ہو گئے

ہم گرفتار محبت پہنچے ہیں اسوقت آہ
اے اسیر و بند جب زنداں کے سب در ہو گئے

وصل کی امید پھر عشاق کے دل کو ہوئی
حسرت و ارماں سے پھر آباد یہ گھر ہو گئے

خون ناحق کا قیامت میں ہمیں دعویٰ نہ تھا
وہ تو تھے سفاک پھر شرمندہ کیونکر ہو گئے

اُسنے یوں بخشا کرم سے اپنے اس ناچیز کو
دیکھکر حیران سارے اہل محشر ہو گئے

عاشقوں پر اسقدر جور و ستم تم نے کیے
خلق میں مشہور آخر تم ستمگر ہو گئے

جسطرف دیکھا ادا سے ہو گئے لاکھوں ہلاک
ابروے دلدار ہر قتل خنجر ہو گئے

دور ہوتے ہی کدورت کے صفائی آ گئی
دل کو آئینہ بنا کر ہم سکندر ہو گئے

صورت ابرو کشیدہ ہی رہے تا زندگی
وہ بگڑ جاتے ہیں عاشق کا مقدر ہو گئے

آئی وہ گور غریباں کیطرف کس ناز سے
شوخیٔ رفتار سے سامانِ محشر ہو گئے

وہ جو مل جاتے کہیں نانک تو اتنا پوچھتے
آپ کیوں آزردہ ہم سے بندہ پرور ہو گئے

نشان حسرت و غم کوچۂ قاتل سے ملتا ہے
یہاں کا ایک اک ذرہ ہمارے دل سے ملتا ہے

مبارک موت کو دل ڈوبتا ہے بحر اُلفت میں
سفینہ ڈوبنے والوں کا کب ساحل سے ملتا ہے

زمانے کا یہی دستور ہے کیوں مجھ سے کھچتے ہو
مسیحا آدمی سے آدمی دل دل سے ملتا ہے

ابھی تک موجیں اسکے غم میں سر اپنا ٹپکتی ہیں
غریق بحر اُلفت کا پتہ ساحل سے ملتا ہے

سرِ عشاق ہوتے ہیں جدا ہر روز مقتل میں
خطاب سرفرازی کوچۂ قاتل سے ملتا ہے

ہے وقت نزع رخصت ہو رہی ہیں حسرت و ارماں
جو کوئی مجھ سے ملتا ہے تو کوئی دل سے ملتا ہے

زمیں پر عاشقوں کے خونِ ناحق کی ہے گلکاری
نشاں جنت کا ہمکو کوچۂ قاتل سے ملتا ہے

یقینی آج کوئی آبلہ پھوٹا ہے کلیجے کا
کہ میری آنسوؤں کا رنگ خونِ دل سے ملتا ہے

حیات جاودانی جانتے ہیں قتل ہونے کو
اثر آبِ بقا کا خنجر قاتل سے ملتا ہے

اجل سے پوچھتے ہم کوچۂ قاتل میں جا پہونچے
کہ منزل کا پتہ خود مسافر منزل سے ملتا ہے

ہیں گاہک لاکھ نانک دل کسے دوں سخت حیرت ہے
حسیں تو سیکڑوں ہیں باوفا مشکل سے ملتا ہے

ہے گیسو سے خیال دل ناشاد بھی ہے
قید بیکس کو کیا تھا مہر بجاں یاد بھی ہے

دام گیسو بھی عجب دام ہے جسکا محبوس
نام کو قید بھی ہے قید سے آزاد بھی ہے

آپکی چشم کی گردش نے سکھائیں چالیں
گردش چرخ کا آخر کوئی استاد بھی ہے

کھینچ کر دیکھ تو اے شوخ ذرا ناوک کو
تیر کے ساتھ ہمارا دل ناشاد بھی ہے

غم فرقت کبھی مہماں کبھی اُمید وصال
خانۂ دل مرا ویراں کبھی آباد بھی ہے

خبر احباب تو دیتے ہیں تعجب یہ ہے
کہ مری لاش پہ گریاں مرا جلاد بھی ہے

نہ کھنچا ایک سے نقشہ ترا اللہ رے حُسن
سرنگوں شرم سے مانی بھی ہے بہزاد بھی ہے

دل لگی وصل کی شب خوب رہے گی باہم
تم بھی پہلو میں ہو میرا دل ناشاد بھی ہے

تیری گردن پہ مرا خون ہے اے حسرت دل
مدعی میں بھی ہوں خنجر بھی ہے جلاد بھی ہے

کیا کہوں حال دل زار مسلسل نانک
جا بجا بھول گیا ہوں کہیں کچھ یاد بھی ہے

دل مانگتے پہ کیسے چتون بدل گئی
اک بات اتفاق سے مونھ سے نکل گئی

آ کر کسی کی حسن سے طبیعت سنبھل گئی
صورت کسی کی دیکھ کے رنگت بدل گئی

دیکھا جو اے جبین ترا حسن دلفریب
قاصد کی میری طرح طبیعت بدل گئی

اے شوخ تیرے پھول سے عارض کے سامنے
گل کیا چمن کی دیکھ کے رنگت بدل گئی

رشکِ مسیح آپ کے بیمارِ ہجر کی
سینے پہ ہاتھ رکھتے ہی حالت سنبھل گئی

ٹھکرا کے بعدِ دفن مٹایا مرا مزار
اتنی کدورت آپکے دل کی نکل گئی

تشریف لائے وہ جو عیادت کے واسطے
آئی ہوئی اجل مرے بالیں سے ٹل گئی

توبہ شکست ہو گئی فصلِ بہار میں
مجھ رند بادہ نوش کی نیت بدل گئی

کھینچا لگا کے تیر کو قاتل نے اسطرح
پیکاں کے ساتھ جان ہماری نکل گئی

چپ چپ جو اسیر تھے وہ تڑپتے ہیں آجکل
رُت جو بدل گئی تو طبیعت بدل گئی

ناٹک جو وہ مسیح عیادت کو آ گیا
دل ہو گیا بحال طبیعت سنبھل گئی

انقلابِ دہر ہے یا گردشِ تقدیر ہے
الفتِ گیسوئے جاناں پاؤں کی زنجیر ہے

کسطرح تڑپوں کہ آتا ہی ہے ہر دم خیال
خانۂ دل میں مرے مہمان تیرا تیر ہے

آئی ہیں دیوانگانِ عشق یوں روزِ جزا
ہاتھ میں اک خوں شدہ دل پاؤں میں زنجیر ہے

رہ گئی اک بات گو دیوانگی میں ضعف تھا
دل کے ٹکڑے پاؤں میں ہر حلقۂ زنجیر ہے

جوشِ الفت ہائے توبہ مجھ کو حیرت کر دیا
جسطرف کو دیکھتا ہوں یار کی تصویر ہے

آتا ہی اس شان سے محشر بپا دیوانہ تیرا
طوق گردن میں ہے ٹھہری پاؤں میں زنجیر ہے

ہے ازل سے شیفتہ خوب جسکا نقاشِ ازل
میرے دل میں اس سراپا حسن کی تصویر ہے

دیکھنے والوں کو ہو جاتا ہے سودائی جنوں
میری صورت ہی کہ اک حیرت نما تصویر ہے

زندگی گذری مگر ناٹک میں پڑھ سکتا نہیں
خط پیشانی سے بڑھکر یار کی تحریر ہے

نقشے نہ پوچھو حضرت دل انتظار کے
روئیگی بیکسی یہ مری پھوٹ پھوٹ کر
کہتا ہوں میں نہ مجھسے کبھی آپ اسقدر
توبہ کرینگے دم لو ذرا، ٹھہرو، واعظو!
داغوں سے باغ باغ جگر و دل الم سے زرد
وہ مجھکو پوچھتے ہیں تو کہتا ہے اضطراب
مشکر تو کوئی دوست میں رہنے دو اے صبا

تصویر کھنچگئے ہیں تصور میں یار کے
شب بھر تھمیں گے اشک نہ شمع مزار کے
ٹوٹیں گے آسرے دل امیدوار کے
دو گھونٹ رہگئے ہیں مئے خوشگوار کے
اسمیں خزاں کے لطف ہیں اسمیں بہار کے
یہ بھی ہیں ساتھیوں میں دل بیقرار کے
پیچھے پڑی ہے کیوں مرے مشت غبار کے

ناٹک یہ جتنے ظلم ہوں یکبار ہوں حضور
جور و ستم یہ خوب نہیں بار بار کے

دم بیتابی فرقت جو ہونٹوں تک فغاں آئے
لگا دی آگ پانی نے ہمارے آشیانے میں
یہ کہکر اٹھگیا بالیں سے میری چارہ گر آخر

نظام دہر برہم ہو صدائے الاماں آئے
چلے جو اوس کے قطرے وہ بنکر بجلیاں آئے
کہا نیئے روز تازہ وارد ہے درد نہاں آئے

خدا معلوم اُنکا شوق کیا تھا کیا تمنا تھی
بتا دیتے ہیں تعبیر ای دل حل مشکل کی
دیا ہے حکم خاموشی تو اے صیاد بتلا دے
وفور جذب کا احسان بھولے ہیں نہ بھولینگے
رہ اُمید سے یعقوب کی نظریں نہیں ہٹتیں
جنون عشق میں دوری منزل کا اثر کیسا
چمن میں نغمہ بلبل پہ پھولوں کو ہنسی آئی
الٰہی ختم ہوگی جذبۂ دل کی کہاں کوشش
نکلوا دیجئے گلاب نے تکلف بزم عشرت سے
اجل تقدیر پہ اپنی لہو روتی ہوئی پلٹی

یہیں یوسف دیار مصر میں جو کارواں آئے
کسی کا نام بھی ہمراہ اُف کے تا زباں آئے
قفس میں کیا گزر لگا میں جو یاد آشیاں آئے
بڑی مشکل سے اُس در تک مریض ناتواں آئے
کہ شاید مصر کی جانب سے کوئی کارواں آئے
خیال دوست میں چلکر کہاں پہنچے ہم کہاں آئے
بھلا کیا ہو جو یہ بجلی قریب آشیاں آئے
کہ دنیا سے عدم تک ڈھونڈتے اُنکا نشاں آئے
مرے لب تک اگر بھولے سے غم کی داستاں آئے
دم آخر سر بالیں جو وہ آرام جاں آئے

شرر اُٹھیں ترقی پہ ہو پھر سوز نہاں ناگہ
قریب آشیاں گر آتش گل کا دھواں آئے

قریب نزع بالیں پہ اگر وہ جان جاں آئے
صدا دی برق نے ہنسکر کہ بسم اللہ بسم اللہ
خیال دوست میں جتنی ہو تنہائی وہ بہتر ہے

رگوں میں روح دم لیکر یہ پوچھے تم کہاں آئے
کسی گلزار میں جب ہم بنانے آشیاں آئے
ہماری دشت غربت میں کوئی کارواں آئے

ارے پروانے جلتا ہی تو جل لیکن یہ بتلادے
بھلا کیا ہو جو چشم شمع محفل تکتے ہو ان سے

ادائے ناز نے ہر دوست دشمن پہ اثر ڈالا
وہ محفل ہو گئی کچھ اور محفل تم جہاں آئے

کچھ ایسی لگ گئی تھی دل پہ اپنے درد ہجراں سے
میان حشر بھی ہم لیکے چشم خونفشاں آئے

تقاضائے محبت کھو رہا ہے ہم سے فرقت میں
کہ دم نکلے مگر شکوہ نہ انکا تا زباں آئے

خدائی بھر میں ہنستے جسکو دیکھا رو دیتا ہے
عجب سیرت کا دل ہم لیکے زیر آسماں آئے

سوا اللہ کے انکا اثر انسان کیا جانے
وہ نالے جو نکل کر دل سے سوئے آسماں آئے

خدا معلوم تیغ ناز اب کسکی تمنا ہو
دعائیں مدتوں کی تھیں کہ وقت امتحاں آئے

یہ حد ہے آسماں بھی رو رہا ناکامیابی پر
پلٹ کر کوچۂ قاتل سے جب ہم نیم جاں آئے

چمن آئینہ تھا میرے نشیمن کی تباہی کا
ہوا کے جھونکے بھی بنکر بلائے آسماں آئے

تمہارے عشق کا انجام بہتر ہوگا اے نانک
خدا کا نام لیکر جانب کوئے بتاں آئے

یوں ترے زلف کے قیدی کی بسر ہوتی ہے
رات بھر آہ و فغاں کرکے سحر ہوتی ہے

زلف و عارض کی حقیقت کا خلاصہ یہ ہے
کچھ عجب رنگ کی یہ شام و سحر ہوتی ہے

جسقدر کاٹتی ہے روز گلوئے عشاق
اسقدر تیز تری تیغ نظر ہوتی ہے

حسرت قتل نکلتی نہیں افسوس کبھی
نازکی انکی سر حق میں سپر ہوتی ہے

تیر پڑتے ہیں ہزاروں جگر و دل پہ مرے
بس یہی انکی توجہ کی نظر ہوتی ہے

کیا کہوں آپ سے میں لذت بیتابی دل
کچھ عجب کیفیت درد جگر ہوتی ہے

خود کہے دیتی ہیں یہ نیچی نگاہیں انکی
نہیں چھپتی جو محبت کی نظر ہوتی ہے

وقت مشکل وہی امداد کریگا میری
جسکو عالم میں ہر اک دل کی خبر ہوتی ہے

دل جلے ہیں شب فرقت میں فغاں کرتے ہیں
موںھ سے جو آہ نکلتی ہے شرر ہوتی ہے

عاشق زلف تعجب سے یہی پوچھتے ہیں
کیا شب ہجر کی عالم میں سحر ہوتی ہے

اپنے پہلو میں وہ دلدار ہے جب سے نانک
عیش و آرام سے ہر لحظہ بسر ہوتی ہے

شمع رو تیرے تصور کو مرا دل چاہیے
ایسی لیلی کیلئے ایسی ہی محمل چاہیے

عشق کے صدمے سہوں ایسا ہی صبر کامل چاہیے
صدمۂ فرقت اٹھانے کیلئے دل چاہیے

فصل گل آ جائے گلشن میں تو چلکر ایکدن
دیکھنا کیفیت اہل سلاسل چاہیے

تفرقہ بعد فنا بھی ہے یہ دم بھر ای اجل
اپنی اپنی گور اپنی اپنی منزل چاہیے

میرا دل حاضر ہے جلنے کو تمہاری بزم میں
روشنی کیواسطے گر شمع محفل چاہیے

اپنی صورت دیکھنے کے وہ اگر مشتاق ہیں
دیکھنا انکو مرا آئینہ دل چاہیے

ای دل بسمل اگر لطف شہادت ہے تجھے
ہر دہان زخم سے تعریف قاتل چاہیے

میری وحشت کا جو تمکو امتحاں منظور ہے
دوسرا وحشی کوئی میری مقابل چاہیئے

پہلے اپنی زلف کو آراستہ کر لیجئے
دیکھنا پھر حال پابند سلاسل چاہیئے

سوز غم سے ناتک ان شعلہ رخوں کے ہجر میں
چپکے رونا مثل شمع محفل چاہیئے

پھری نظر جو تری چارہ گر نہیں ہوتی
نہیں شکایت درد جگر نہیں ہوتی

کھلا یہ گور غریباں کا حال بعد فنا
یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں ہوتی

جفائیں ہوتی ہیں اتنی قفس میں بلبل پہ
کہ اسکو جان کی اپنے خبر نہیں ہوتی

تپ فراق سے جل جل کے خاک ہوتا ہوں
مثال شمع مگر چشم تر نہیں ہوتی

عیاں ہے شام جدائی کے طول سے اے دل
یہ رات وہ ہے کہ جس کی سحر نہیں ہوتی

مجھے حضور کا ہی ایسا پاس رسوائی
شب فراق میں بھی چشم تر نہیں ہوتی

ہٹا کے زلف سے اپنے رخ سے دیکھو تو
اندھیری رات میں کیونکر سحر نہیں ہوتی

علاوہ خوبی قسمت سے چارہ گر ناتک
کسی کے درد کی جسکو خبر نہیں ہوتی

دل وحشی تو تری زلف گرہ گیر میں ہے
ہاں مگر پاؤں مرا حلقۂ زنجیر میں ہے

نظر آتا ہے وہ اک شعلۂ سرکش سب کو
خون بسمل کا جو قطرہ تری شمشیر میں ہے

آپ آزردہ نہ ہوں آپ سے مطلب کیا ہے
ادھر آ کوہ و بیاباں میں بھٹکنے والے
موت کی شکل نظر آتی ہے جانبازوں کو
گو مقامات جدا جدا ہیں لیکن

ستم چرخ کا شکوہ مری تحریر میں ہے
جادۂ راہ عدم سایۂ شمشیر میں ہے
مثل آئینہ چمک یار کی شمشیر میں ہے
پاؤں سر بستہ و دست ایک ہی زنجیر میں ہے

ہم بھی سر بیچنے کو طیار ہیں دل سے نا حق
آج تلوار جو دست بت بے پیر میں ہے

پہلے تو اپنی چشم کو بینا کرے کوئی
میرا سا پہلے صبر تو پیدا کرے کوئی
خود فصل گل میں اپنا گریباں ہے تار تار
وحشت میں جیب ہائے گریباں کا نشاں
کس سے ہو ورد آبلہ پائی کا تذکرہ
ڈرتا ہوں میں وہ آتے نہیں اس خیال سے
مجھکو بنا دے میرا تحیر وہ آئینہ
مانا کہ ہے قریب رہِ منزل مراد
اے رہروان ملک عدم یہ روا روی

پھر اسکے دیکھنے کی تمنا کرے کوئی
ملنے کا پھر حضور سے دعوی کرے کوئی
دست جنوں کو صنعت رسوا کرے کوئی
کیونکر نہ چاک دامن صحرا کرے کوئی
کیا کیا بیاں مصیبت صحرا کرے کوئی
کوچے میں قبر کی نہ طلب جا کرے کوئی
پیش نظر رہوں تجھے دیکھا کرے کوئی
تھک جائیں پاؤں ضعف سے تو کیا کرے کوئی
بیٹھے نہیں ہزار پکارا کرے کوئی

نانک وہ بدمزاج بھی ہے حیلہ جو بھی ہے
ملنے کی خاک اُس سے تمنا کرے کوئی

کہتے ہیں وہ کہ راز نہ افشا کرے کوئی
ہو دل ہی بیقرار تو پھر کیا کرے کوئی

دیکھا مجھے فراق میں گریاں تو یہ کہا
بیفائدہ کسی کو نہ رسوا کرے کوئی

رو رو کے خاک اُڑا کے غم ہجر یار میں
دریا کو دشت دشت کو دریا کرے کوئی

مجبور ہیں جو چاہے ستم کیجئے حضور
جب دل پہ اختیار نہ ہو کیا کرے کوئی

قائل شہید تیغ تغافل کے حشر تک
اُٹھتے نہیں ہزار اُٹھایا کرے کوئی

اتنی کبھی کی بندہ نوازی سے ہے اُمید
مثل کلیم ہم سے پہ دا کرے کوئی

دیدے تڑپ کے جان کہ قصہ تمام ہو
لیکن نہ انتظار مسیحا کرے کوئی

بڑھتا ہی ہے گل سے جنوں قید پڑ لگاؤ
زنداں کا ورنہ بھول کے اب وا کرے کوئی

نانک نہ پوچھے جب وہ ستمگار حال دل
انصاف سے تمہیں کہو پھر کیا کرے کوئی

جلوہ دکھا کے کیوں مجھے روپوش ہو گئے
موسیٰ تھے وہ جو طور پہ بیہوش ہو گئے

افسانۂ غم کا سن کے وہ خاموش ہو گئے
ہم اس ادا کو دیکھ کے بیہوش ہو گئے

زنداں میں پہنچ کی جو بیاں غم کی داستاں
اتنا اسیر روئے کہ بیہوش ہو گئے

بدلا نیا لباس چمن میں بہار نے
گلشن میں نخل جتنے تھے گلپوش ہو گئے

آمد جو فصل گل کی سنی اہل باغ نے
پیدا طبیعتوں میں نئے جوش ہو گئے

بلبل کی داستاں پہ گلوں کا ہوا یہ حال
سننے کے واسطے ہمہ تن گوش ہو گئے

جلوہ تمہارے حسن کا دیکھیں گے ہم ضرور
موسیٰ نہیں جو طور پہ بیہوش ہو گئے

پایا وہ لطف باغ میں فصل بہار سے
رنج و الم خزاں کے فراموش ہو گئے

غربت میں ناتک اتنا زمانہ ہوا مجھے
اہل وطن بھی دل سے فراموش ہو گئے

دیکھنا قبر سے جب سرو نہ ہم آغوش مجھے
یاد کرنا نہ کبھی اے وعدہ فراموش مجھے

جوش وحشت میں رہے یا نہ رہی ہوش مجھے
انکی صورت نہ مگر ہوگی فراموش مجھے

روز وہ دل کو جلاتے ہیں ستم کرتے ہیں
شمع کی طرح سے دیکھا کئے خاموش مجھے

گلشن دہر میں جب فصل بہار آتی ہے
زاہدا توبہ شکن کہتے ہیں مے نوش مجھے

خم پہ خم پیتا ہوں صدقے میں تری زلفوں کے
ساقیا کہتے ہیں سب رند بلانوش مجھے

حیف ہے تاب نظارہ نہ رہی مثل کلیم
دیکھ کر جلوۂ جاناں نہ رہا ہوش مجھے

بعد مرنے کے بڑھا دی میری عزت ناتک
لے گئے قبر تک احباب سر دوش مجھے

عجب یہ سوز الفت کا اثر ہے
لگی ہے آگ دل میں چشم تر ہے

تپاں سینے میں دل اب اسقدر ہے
کہ پہلو سے نکل جانے کا ڈر ہے

چلے ہیں بیکسی کو ساتھ لیکر
کب اپنا اور کوئی ہم سفر ہے

نہ کیوں ہو فتنۂ محشر بھی پامال
قیامت قامتِ بیداد گر ہے

ہنسیں سب اہل محفل تو ہو گریاں
بڑا اندھیر اے شمع سحر ہے

مری جاں اڑ کے پہنچے گا خط شوق
صبا سے تیز ہلکے کوئی نامہ بر ہے

کہیں کس سے گذرتی ہے جو دل پر
ہماری بس ہمیں کو کچھ خبر ہے

لگی ہے آگ دونوں پہلوؤں میں
ادھر دل اسطرف سوزاں جگر ہے

جو دیکھے گا غش آجائیگا اس کو
چراغ طور ہر داغ جگر ہے

بدلتے ہو جو شب بھر کروٹیں تم
ہماری بیقراری کا اثر ہے

جہاں نہ آنکھوں میں ہے اندھیر ناحق
خفا جس دن سے وہ رشک قمر ہے

وہ آئے عجب چال چلتے ہوئے
دلوں کو کف پا سے ملتے ہوئے

ترے ہجر میں اک زمانہ ہوا
لُو ہیں سوزِ الفت سے جلتے ہوئے

وہ کہتے ہیں دل کو مرے چھین کر
چلے جائیے ہاتھ ملتے ہوئے

وہ جوشِ محبت سے رونے لگے
جو دیکھا مرا دم نکلتے ہوئے

نہ بیمارِ فرقت کو دیکھا کبھی
شبِ غم میں کروٹ بدلتے ہوئے

جوانی میں پیری کا آیا خیال
کبھی دھوپ دیکھی جو ڈھلتے ہوئے

فلک دیکھ کر رشک سے جل گیا
مرے دل کے ارماں نکلتے ہوئے

اگر آگئی چشمِ تر جوش پر
دکھا دینگے دریا اُبلتے ہوئے

مزاجِ ستمگر کا دھیان آگیا
جو دیکھا زمانہ بدلتے ہوئے

دمِ نزع ہٹ جاؤ بالیں سے تم
نہ دیکھو مرا دم نکلتے ہوئے

بھڑکتی رہی غم کی سینے میں آگ
نکلتے رہے اشک جلتے ہوئے

عجب سیر تازہ ہے نانک چلو
ذرا میکدہ تک ٹہلتے ہوئے

ناوک لگا کے شوق سے قاتل نکال لے
اسطرح سے مگر کہ مرا دل نکال لے

یہ اہلِ کارواں کو زلیخا کا حکم ہے
یوسف کو ڈھونڈھ کر سرِ منزل نکال لے

اے ناخدا خدا کے لئے بحرِ عشق میں
بہرِ قیام دامنِ ساحل نکال لے

ٹھہرے نہ امتحاں میں ترے عشق کے کوئی
ایسا کوئی طریقۂ مشکل نکال لے

حلقے میں انکی زلف کے ہیں سیکڑوں دل اسیر
تو اپنے دل کو ڈھونڈھ کے غافل نکال لے

مجنوں کا دم گھٹے نہ اُسے دید کا ہے شوق | محمل سے منھ تو صاحب محمل نکال لے

اے خضر شوق وادیِ الفت میں ڈھونڈ کر | رہنے کو اپنے تو کوئی منزل نکال لے

نانک یہ پوچھنا ہے مجھے اُس حسین سے
وہ کیا کرے کہ جسکا کوئی دل نکال لے

یہود تھے کہ مسلمان تھے کہ کافر تھے | مگر حضور کے بندے تمام آخر تھے

کرشمے چشم فسوں ساز کے وہ ظاہر تھے | کہ جسکو دیکھکے عاجز تمام ساحر تھے

دلوں کے حال نگاہوں سے صاف ظاہر تھے | ہمیں ہر ایک کو محفل میں بار خاطر تھے

ستم اُٹھائے جفائیں سہیں ستمگر کی | ہزار شکر کہ ہم اپنے دل پہ قادر تھے

ہوئے کلیم عبث اُسکے طالب دیدار | کہ جسکو دیکھنے سے اہل ہوش قاصر تھے

کھلا طلسم جہاں آنکھ بند ہوتے ہی | سرائے دہر میں جو آئے تھے مسافر تھے

سبب تڑپنے کا کیوں مجھ سے پوچھتے تھے کبھی | حضور حالت قلب و جگر سے ماہر تھے

فراق میں کسی پہلو قرار کیا آتا | کہ چاک چاک جگر تھا شکستہ خاطر تھے

بتوں کے عشق میں بیخود تھے ایسے اے نانک
خبر نہ تھی کہ مسلمان تھے کہ کافر تھے

کب وہ خود چھوڑتے ہیں جنکو وفا آتی ہے | تیرے کوچے کے چھڑانے کو قضا آتی ہے

تیغ قاتل اُسے کب طرزِ وفا آتی ہے ۔ موت کو تفرقہ اندازِ ادا آتی ہے
بادہ نوشوں پہ جو ہوتی ہے خدا کی رحمت ۔ ساقیا جانب میخانہ گھٹا آتی ہے
جب میں کہتا ہوں کہ آؤ گے مری لاشے پر ۔ ناز سے کہتے ہیں وہ میری بلا آتی ہے
میں عجب طرح کی مشکل میں ہوں اے چرخ کہ شب ۔ نہ وہ پاس آتے ہیں میرے نہ قضا آتی ہے
جب میں کہتا ہوں نقاب اُٹھاؤ رخِ روشن سے ۔ کچھ عجب ناز سے کہتے ہیں حیا آتی ہے
تیغ قاتل کے ہر اک زخم کو گل جانتے ہیں ۔ گلشن دہر میں جس جا کی فضا آتی ہے
فاتحہ پڑھ کے مری قبر پہ فرماتے ہیں ۔ خاک سے اسکی ابھی بوئے وفا آتی ہے

نہ زباں صاف ہے نا نکتہ نہ پڑھا لکھا ہوں
سچ تو یہ ہے کہ غزل پڑھتے حیا آتی ہے

شمع کو پروانے کا فانوس میں غم چاہیے ۔ ہمکو در پردہ وہ میرے مرنے کا ماتم چاہیے
درد جس سے دور ہو کوشش وہ مرہم چاہیے ۔ زخم دل کہتا ہے تیغ یار مرہم چاہیے
آ کے بہلا ہی شب فرقت دل بیتاب کو ۔ ای خیال یار مجھکو ایسا ہمدم چاہیے
دور ہے کیسا کہاں کا جام ای بادہ کشو ۔ فرقت ساقی میں ہر دم چشم پرنم چاہیے
حج کو کعبے کی زیارت کیلئے پھر دیکھیے ۔ اسے بتو تھوڑا سا آب چاہ زمزم چاہیے
یوں کہینگے حشر میں احمد سے اہل مصطفیٰ ۔ چشم الطاف اسطرف شاہ دو عالم چاہیے

عاشق شبیر نانک جانکر کہتے ہیں لوگ
تجھکو رونے کے لئے ماہ محرم چاہیے

درد کی شدت دم آخر سوا ہو جائے گی
تیرے بیمار محبت کو دوا ہو جائے گی

جانگنا جو سب اداؤں میں ادا ہو جائیگی
وہ ہمارے واسطے تیغ قضا ہو جائیگی

کاکل پیچاں کی الفت بڑھتے بڑھتے اے حسیں
تیرے وحشی کیلئے زنجیر پا ہو جائیگی

اے مسیحا تو عیادت کو نہ آئیگا اگر
موت خود بیمار فرقت کو دوا ہو جائیگی

وقت آرائش نہ ہر بار آئینہ دیکھا کرو
ہر ادا ورنہ تمہاری خود نما ہو جائیگی

رفتہ رفتہ ہوگا اسے نانک سکوں دل کو مرے
جب طبیعت درد و غم سے آشنا ہو جائیگی

او ستمگر مری خطا کیا ہے
چھوڑ بسمل یہ ماجرا کیا ہے

کیوں مٹاتے ہو مدعا کیا ہے
دل ہے میرا یہ نقش پا کیا ہے

فاتحہ تم نقاب الٹ کے پڑھو
ہم ہیں تربت میں اب حیا کیا ہے

مجھکو وحشت جنوں نے لوٹ لیا
اب گریباں میں رہا کیا ہے

ظلم جو چاہیں وہ کریں لیکن
یہ بتا دیں مری خطا کیا ہے

دل ہے اپنا گنہگار پہلے سے
آپ کے تیر کی خطا کیا ہے

دل میں اسکے سوا نہیں کچھ اور — ہم سے پوچھے کوئی وفا کیا ہے
جس نے داد وفا نہ دی اے دل — اس سے بیداد کا گلا کیا ہے
ٹکڑے دل کے کیئے برابر دو — عدل کا اور مقتضا کیا ہے
میں نے مانا کہ تم خفا ہو مگر — ہجر میں موت بھی خفا کیا ہے
جب قیامت ہے ابتدای عشق — دیکھنا ہے کہ انتہا کیا ہے
پوچھی وجہ ستم تو ہنس کے کہا — اور معشوق کی ادا کیا ہے
جب سوا اس سے ہوں کہ بتلا دو — میری تقدیر میں لکھا کیا ہے
کی محبت مگر نہ یہ سمجھے — ابتدا کیا ہے انتہا کیا ہے
مضطرب دل کو خود کیا تم نے — پھر کہو گے اسے ہوا کیا ہے
دل سنبھالے ہوئے ہیں کیوں مجبور — شب فرقت کا ماجرا کیا ہے

ایسے ناداں کو دل دیا نانک
جو نہ سمجھے کہ مدعا کیا ہے

رلائیگی لہو سوزش جگر کی — کہے دیتی ہے سرخی چشم تر کی
نظر سیدھی ہوئی کب چارہ گر کی — وہی شدت رہی درد جگر کی
انھیں ہو قدر بھی تیر نظر کی — جو دیکھیں کیفیت زخم جگر کی

جو ایذا تھی مقدر میں اٹھائی — کریں کیونکر شکایت چارہ گر کی
خبر لے اے اجل تو ہی خدا را — کہ ایذا دہ ہے فرقت چارہ گر کی
میں لاغر لب بدل سکتا ہوں کروٹ — عنایت ہے فقط درد جگر کی
مٹے پر بھی یہی ہے حسرت دل — بنوں میں خاک تیرے رہگذر کی
لکھا قسمت کا اپنی پیش آیا — شکایت ہے عبث بیداد گر کی
مرا خط پڑھکے اس کو آئیگا غیظ — الٰہی خیر کرنا نامہ بر کی
پس مردن بھی مدفن میں ہمارے — رہیگی روشنی داغ جگر کی

نہیں داغ جگر سینے میں ناتک
نشانی ہے کسی رشک قمر کی

اگرلیں امتحاں میری وفا کے — طریقے بھول جائیں وہ جفا کے
پشیماں ہونگے وہ مجھکو مٹا کے — خیال آئیں گے جب میری وفا کے
کہا اس نے مری تربت پہ آکے — جہاں میں یہ طریقے ہیں وفا کے
دکھا دیں گے تمہیں صورت تمہاری — ہم اپنے دل کو آئینہ بنا کے
سنو میرے دہان زخم دل سے — گلے بیداد کے شکوے جفا کے
بتوں کو کرو میرے نذر برباد — بہت اسرار ہیں اسمیں خدا کے

میرے ملبوس سے وحشت ہے ظاہر
گریباں ہے نہ دامن ہیں قبا کے

عیادت کو سنا ہے آئینگے وہ
اثر کچھ پا سے جاتے ہیں شفا کے

کیا ظاہر سب اپنا حال فرقت
انھیں دردوں کا افسانہ سنا کے

وہ مست خواب اب بیدار ہوگا
دکھائے آفتاب آئینہ لا کے

ابھر کر یہ حبابوں کی صدا ہے
طریقے سیکھ لو ہم سے فنا کے

محبت کر کے ہم مژگاں سے ناوک
نشانا بن گئے تیر قضا کے

اشارے ہیں تمہارے نقش پا کے
یہاں پر ہیں مزار اہل وفا کے

خبر لی فرقت جاناں میں آ کے
غرض طرفہ کرشمے ہیں قضا کے

جگر کے زخم آلے ہیں ابھی تک
چلیں آہستہ سب لاشہ اٹھا کے

کسی دن حشر برپا کیجئے گا
سوئے گور غریباں آپ جا کے

جو ہوتے بال و پر بلبل کے صیاد
قفس لاتی سوئے گلشن اڑا کے

بتا اتنا تو اے چرخ ستمگر
ملا کیا خاک میں ہمکو ملا کے

نکل آئیگا دل پیکاں کے ہمراہ
نہ کھینچو تیر سینہ پر لگا کے

جہاں میں ہو گئے دونوں کے شہرے
تمہارے ظلم کے میری وفا کے

سمجھتے ہیں تیری الفت کو جو راز
مری جاں دل میں رکھتے ہیں چھپا کے

محبت کا ہے اک آغاز و انجام — ہیں طالب ابتدا میں انتہا کے

کبھی اُف تک نہ اے ناؔنک کرینگے
اُٹھائینگے ستم گو انتہا کے

ساقیا تیری عنایت کی سدا محروم رہے — آج مے سے کوئی میخوار نہ محروم رہا
فاتحہ پڑھ دے سر قبر گذرنے والے — بات یہ سنگ لحد پہ مری مرقوم رہے
میرے مرنے کی خبر سُنکے دعا دی اُسنے — یا خدا اور سے مرحوم نہ محروم رہے
نہ ہیسر کبھی بھولے سے ہوا وصل کا عیش — عمر بھر فرقت دلدار میں مغموم رہے
کمر یار نزاکت کے سبب ہے وہ طلسم — ہوکے موجود نگاہوں سے جو معدوم رہے

یہ رہے یاد یہ ہے خوبی نظم اے ناؔنک
ہو طرح لاکھ بری شعر نہ مذموم رہے

آئینہ دکھائیگا تصویر حیرانی مری — اُنکی زلفوں سے کوئی پوچھے پریشانی مری
ای خیال یار کیوں رہتا نہیں ہے دل میں تو — کیا تجھے مد نظر ہے خانہ ویرانی مری
ہجر کی شب انتظار یار سے ثابت ہوا — کار مشکل بنگئی دنیا میں آسانی مری
اُنکو ہے آئینہ و آرائش گیسو سے کام — دیکھتے ہیں کب وہ حیرانی پریشانی مری
روز محشر نام ہے جسکی سحر کا خلق میں — ہے شب فرقت مری جان ایسی طولانی مری

ای زلیخا تھا جو یوسف کا محافظ چاہ میں
وہ کریگا راہ الفت میں نگہبانی مری

آپ سن سکتے نہیں یہ ختم ہو سکتی نہیں
داستان غم ہے مثل زلف طولانی مری

تم دم آخر دکھا دیتے جو آکر اپنی شکل
روح قالب سے نکل جاتی بآسانی مری

جو در فرقت بھی ہے اُن سے ہوا ممکن وصال
پیش نانک آگئی تحریر پیشانی مری

بہار آئی ہے لازم دستگیری وحشت دل ہے
گریباں دمبدم پابوسی دامن کا سائل ہے

عجب کچھ گفتگو افسانہ بیتابی دل ہے
جو کہتا ہوں تو مشکل ہے نہیں کہتا تو مشکل ہے

لحد میں بعد مردن کوئی مونس ہے نہ ہے یار
اگر ہے بھی تو غم ہے درد ہے بیتابی دل ہے

جو ہر گشتہ زیادہ ہی جہاں میں ہے مری قسمت
بہت افسردہ جو عالم میں ہیں ان سب میں مرا دل ہے

فراق یار میں اس طرح کی آپس میں ہے رنجش
میں آزردہ ہوں دل سے مجھ سے آزردہ مرا دل ہے

مٹایا گردش افلاک نے اس طرح عالم سے
نہ مجنوں ہے نہ ناقہ ہے نہ لیلیٰ ہے نہ محمل ہے

جیسے لیلیٰ بنایا عاشقوں نے زلف کو تیری
جیسے مجنوں کہا ہے شاعروں نے وہ مرا دل ہے

پریشاں دیکھتا ہوں خواب سو جاتا ہوں جب شب کو
اسیر زلف جاناں جب سے اے نانک مرا دل ہے

انتظار دل مشتاق عیاں رہنے دے
چشم عشاق کو ہر سو نگراں رہنے دے

ناتک اپنے دل مضطر کو تپاں رہنے دے
ضبط سے کام لے فریاد و فغاں رہنے دے

اشک آنکھوں سے شب و روز رواں رہنے دے
اے غم ہجر مجھے گریہ کناں رہنے دے

وہ نہ آئے ہیں نہ آئینگے دلا پاس مرے
امتحان اثر آہ و فغاں رہنے دے

عاشق کوی بتاں ہوں مجھے اے زاہد
مجھکو درکار نہیں باغ جناں رہنے دے

اس حسین کی نگہ مست سے سرشار ہوں میں
اپنے الطاف تو اے پیر مغاں رہنے دے

وحشت دکھلا یہ موقوف نہیں کچھ اے دل
دیکھوں وحشت مری اب مجھکو کہاں رہنے دے

واعظا کوچہ جاناں کے بیاں کر اوصاف
صفت حور نہ کر وصف جناں رہنے دے

اپنی قسمت میں پس مرگ یہ امید نہیں
اُنکے کوچہ میں جو تربت کا نشاں رہنے دے

شکوۂ جور تو کیا مونھ سے کبھی اف نہ کروں
مجھکو خاموش اگر میری زباں رہنے دے

قابل نار ہوں لیکن ہے مجھے خواہش خلد
دیکھوں رحمت تری اب مجھکو کہاں رہنے دے

مر کے بھی کوچہ جاناں سے نہ جاؤں ناتک
مری تقدیر اگر مجھکو یہاں رہنے دے

ہم بیٹھ کے یوں کوچہ قاتل سے نہ اُٹھے
جس طرح مسافر کوئی منزل سے نہ اُٹھے

شعلہ ہے ہر اک داغ جگر سینۂ بسمل سے
کس طرح پھر اے ماہ دھواں دل سے نہ اُٹھے

وہ شمع صفت خاک ہوئے جل کے سحر تک
جانباز جو اے جاں تری محفل سے نہ اُٹھے

فرماتے ہیں وہ راز محبت نہ عیاں ہو
سو بار جلے اور دھواں دل سے نہ اُٹھے

اتنا تو دکھادے اثر الفت کامل
وہ زینت محفل مری محفل سے نہ اُٹھے

پروا نہیں اسکی کہ رہے جان کہ جاے
سر اپنا مگر اب در قاتل سے نہ اُٹھے

تو آئیگا اس سمت کبھی دھیان یہ تھا
ہم نقش قدم بن گئے منزل سے نہ اُٹھے

یہ کہہ کے جو بیٹھے ہیں کہ مر جائیں گے ناتک
بے سر ہی سہی ہم کوچۂ قاتل سے نہ اُٹھے

یوسف سے بہت اچھی ہے تقدیر کسی کی
مشہور ہوئی مصر میں تصویر کسی کی

حالت ہوئی یوں ضعف سے تغییر کسی کی
خود پاؤں سے باہر ہوئی زنجیر کسی کی

یوں حشر میں آیا کوئی دیوانۂ الفت
لب پر ہے فغاں ہاتھ میں تصویر کسی کی

اے فرط نزاکت ترا احسان بہر طور
رک رک کے چلی حلق پہ شمشیر کسی کی

مضطر شب غم دیکھ کے یہ دل کی سوجھی
ہنستی ہے مرے حال پہ تصویر کسی کی

تھا دید کا دعوی تو بہت حضرت موسی
دیکھی نہ گئی آپ سے تنویر کسی کی

رہ رہ کے نظر آتا ہے سیہ خانۂ زنداں
اسطرح سے لو دیتی ہے زنجیر کسی کی

یہ آتش فرقت نے اثر اپنا دکھایا
پانی کی طرح بہتی ہے نہ زنجیر کسی کی

جب پیش ہوا خون حشر کے دن ہوئی یہ ناتک
ہیں ہیں کے دکھا دینا ہوا تصویر کسی کی

اجل آئی نہ نکلی کوئی حسرت آسماں میری
نکلے پل پل کے مجھ سے روتی ہے عمر رواں میری

مرا مطلب جب آیا سو گیا وہ خوبی قسمت
شروع شام سے سنتا رہا جو داستاں میری

ابھی ہے ضبط کی قوت دل مجروح میں باقی
قیامت ڈھائیگی ای آسماں کروں فغاں میری

بیاں قصہ سوز دروں کا دھیان آیا تھا
خدا جانے دہن میں آ کے ہے یا زباں میری

جنہیں نفرت تھی میرے نام سے اب ہیں مردن
رواں ہیں شائق بیٹھے سن رہے ہیں داستاں میری

وہ وحشی ہوں نہ پوچھو مدت قید ستم مجھ سے
ہزاروں مرتبہ بدلی گئی ہیں بیڑیاں میری

بھروسہ کیا کسی کی دوستی پہ ہو بھلا نانک
چلی ہے چھوڑ کر تن کو مرے روح رواں میری

جب نقاب رخ ہٹالی جائیگی
طبع عاشق کیا سنبھالی جائیگی

طور پر جلوہ ہے خود بیتاب دید
بات موسیٰ کی نہ خالی جائیگی

جام سے کھنچکر مری آنکھوں میں مے
نور کے سانچے میں ڈھالی جائیگی

کیا نہ دوگے ایک بھی جام شراب
فصل گل اب کی بھی خالی جائیگی

مر رہا ہوں دو نہ دامن کی ہوا
پھر نہ چہرے کی بحالی جائیگی

اچھی صورت دیکھکر اسے عیب حسن
بات کب مونہہ سے نکالی جائیگی

حال دل کیا پوچھتا ہے بخیہ گر
آنکھ زخموں پہ نہ ڈالی جائیگی

کیوں حسینوں کو ہے نانک شوقِ قتل
تیغ بھی اُن سے سنبھالی جائیگی

ہزار جان سے صدقے ہیں تیغ قاتل کے — شگفتہ ہو گئے سب زخم قلب بسمل کے
دہن سے خون میں تر ہو کر آہیں آتی ہیں — ضرور ٹوٹ گئے آج آبلے دل کے
میان بحر محبت حیات ختم ہوئی — پہنچ رہا ہے سفینہ قریب ساحل کے
تمہارے در پہ پہنچکر اجل ہی آ جائے — کسی طرح تو نکل جائیں حوصلے دل کے
گلے لگانے کی حسرت میں سر بکف ہے جہاں — عجب طرح کے ہیں انداز تیغ قاتل کے
ضرور آج اٹھائی کسی نے رخ سے نقاب — بنے ہیں نیرِ اعظم چراغ محفل کے
ہوا بندھی ہے یہ صحرا میں آہ مجنوں کی — کہ آج پردے اُٹھے جا رہے ہیں محمل کے
بہار آئی ہوا لے چلی غبار مرا — جنوں کی حد ہی تا خیر خاک میں مل کے

کہیں تو کیا کہیں نانک وہ بدنصیب ہیں ہم
فلک کے دور میں نکلے نہ حوصلے دل کے

سبزہ پہ کبھی صورت شبنم نہ رہیں گے — ہر روز کا رونا جو رہا ہم نہ رہیں گے
شانے کے سبب عجب نہیں اگر خم نہ رہیں گے — دل کہتا ہے پھر گیسوؤں میں ہم نہ رہیں گے
سیماب کی اور برق کی کیا اصل حقیقت — تڑپینگے اگر قلب و جگر کم نہ رہیں گے

ہنستا ہے فلک کیوں مری ہستی کو مٹا کے
آباد نہ ہوگی کبھی اُجڑی ہوئی بستی
مانا کہ وہ بیگانہ ہوئی عرضِ تمنا
اسرارِ فنا سمجھے ہیں اے گلشنِ دنیا
اک روز وہ آئیگا وہ عالم نہ رہیں گے
جب تک کہ مرے قلب میں غم نہ رہیں گے
محفل میں تری بیٹھ کے چپ ہم نہ رہیں گے
ہم تجھ میں بہ رنگِ گل و شبنم نہ رہیں گے

اُٹھوا کے گئے کوچۂ دلدار سے ناٹک ہا
بس محفلِ دنیا میں بھی اب ہم نہ رہیں گے

دنیا ہی میں جو سمجھو تو سودا مرا دل ہے
اک شعلۂ بیتاب یا برقِ تجلی مرا دل ہے
یاد آتا ہے اب حسرت و امید کا مجمع
موسیٰ سے پوچھو کچھ کم نہیں اے برقِ تجلی
جس وقت کہ تجھکو آئینہ بنایا
دنیا جسے کہتے ہیں، اتنا مرا دل ہے
اُس عارضِ پُرنور کا شیدا مرا دل ہے
اس شکل سے خاک اُڑتی ہے صحرا مرا دل ہے
فرقت میں جدا اب یہ رہتا مرا دل ہے
اُس دن سے حسینوں کا تماشا مرا دل ہے

کام آئیگی دنیا کی مسرت بھی نہ تا حشر
ناٹک غم فرقت کا ستایا مرا دل ہے

تری تحریر دیکھیں گے تری تصویر دیکھیں گے
اگر ای عزیز اُلفت وہ تری تاثیر دیکھیں گے
دکھائی عشق نے جیسی حسن کی تصویر دیکھیں گے
کلیجے میں مری پیوست اپنا تیر دیکھیں گے

کلیم اللہ کا گویا خطِ تقدیر دیکھیں گے
نظر بھر کر اگر ہم دوست کی تصویر دیکھیں گے

لکھا جائیگا پھر فہرستِ اہلِ دل میں نام اپنا
مگر پہلے لگا کر وہ ہزاروں تیر دیکھیں گے

دکھا دیں گی فنا کے بعد آنکھیں اپنی وا رہ کر
اگر وہ حسرتِ دیدار کی تصویر دیکھیں گے

افسانے کی طرح ہوگا گریباں چاک رنج و غم سے
جو اے قاصد وہ میری پُر الم تحریر دیکھیں گے

تم اپنا اب کلیجہ تھام کر ہشیار ہو جاؤ
ہم اپنے جذبِ دل کی آج پھر تاثیر دیکھیں گے

ہزاروں کے گلے کٹ جائینگے خود اپنے ہاتھوں سے
تمہارے دستِ نازک میں اگر شمشیر دیکھیں گے

ہمارے پاؤں کو مشکل فلک گردش ہے ہر لحظہ
اب اس سے بڑھ کے کیا اے گردشِ تقدیر دیکھیں گے

ہمیں اپنی اسیری کا زمانہ یاد آئے گا
کسی کو گر کہیں ہم بستۂ زنجیر دیکھیں گے

رقم جو ہو گیا آئینۂ لوحِ مقدر میں
پھر صورت وہی اس کاتبِ تقدیر دیکھیں گے

نہ ہوگا صورتِ انجم کبھی اے دل شمار ان کا
مرے سینے میں وہ اتنے نشانِ تیر دیکھیں گے

نکل آئینگے ناتک آنکھ سے بیساختہ آنسو
ہماری بیکسی کی وہ اگر تصویر دیکھیں گے

اختر ہمیں ہر وقت اپنا جانِ جاں دکھلائیے
راز الفت کی طرح پنہاں دکھلائیے

بزم میں اہلِ سخن حسنِ بیاں دکھلائیے
جنکو ہے لطفِ زباں رنگِ زباں دکھلائیے

جب تری تیغِ نظر اے مہرباں دکھلائیے
درد و غم کو اپنے دل میں نہاں دکھلائیے

خوبیِ قسمت سے منزل تک نہ پہونچے آجتک
راہ میں ہم نقشِ پائے کارواں دیکھا کیے

مجھکو مضطر دیکھکر رکھا سر سینہ پہ ہاتھ
ہر گھڑی وہ حالِ قلبِ ناتواں دیکھا کیے

گو مٹے پر بھی مٹاتے ہیں وہ میری قبر کو
بے نشانی میں بھی ہم اپنا نشاں دیکھا کیے

عمر گذری وادیِ اُلفت نہ نا تک طے ہوئی
سیکڑوں منزل بہ منزل کارواں دیکھا کیے

عجب کیا اس ادا پہ جان اگر جاتی رہے دل کی
قیامت کرتی ہیں نیچی نگاہیں میرے قاتل کی

تردد ہے مجھے یہ ہم طبیعت پائے قاتل کی
دعائیں مانگتا ہوں جان بچ جائے مرے دل کی

کہو اے دل سخت جانی کم نہ تھی مقتل میں بسمل کی
قیامت کر گئی اُس پر نزاکت میرے قاتل کی

تمہارا نقشِ پا ہے یہ سمجھ کر دیکھ لیتے ہیں
نہیں تو کب سمجھتے ہیں حقیقت ماہِ کامل کی

ہمارے بعد ہم کو اسطرح وہ یاد کرتے ہیں
کہ رونق تھی کسی کے دم سے کل تک اپنی محفل کی

غرورِ ناز سے اذنِ سخن دم بھر جو پا جاتا
میں اتنا پوچھتا کیسی طبیعت ہے مرے دل کی

قیامت تک نہ کھاتے جو منہ نہ گر دل پہ برداشت
ذرا بھی دیکھیے گر برق بیتابی مرے دل کی

سراپا حسرت و ارماں چلا دنیا سے میں اے جاں
تمنا ایک بھی نکلی نہ جیتے جی مرے دل کی

جگر و دل ہجر میں تڑپے یہاں تک ہو گئے باہم
عیادت غیر ممکن تھی تری بسمل سے بسمل کی

سہو لیا جو گذرتی ہے تمہاری دورِ فرقت میں
خدا پہ خوب روشن ہے جو حالت ہے مرے دل کی

ہوئے ہیں دونوں زخمی اُس نگاہِ ناز سے ناتک
جگر کی کیفیت جو ہے وہی ہے کیفیت دل کی

ایک دل ایک جگر ناوکِ مژگاں کتنے
ایک ہیں اور مری جان کے خواہاں کتنے

موت کہتی ہے مسیحا سے کہ صحت ہے محال
ہو چکے ہیں ترے بیمار کے درماں کتنے

جگر و دل میں مرے دیکھ لے ای تیر فگن
تیرے ارماں کیطرح رہتے ہیں پیکاں کتنے

ہے عبث ہجر کی تکلیف کا شکوہ مجھکو
غم اُٹھائیگا ابھی ای دل نالاں کتنے

وقت گریہ مری آنکھوں سے شب فرقت میں
اشک خوں بنکے نکل آتے ہیں ارماں کتنے

ہیں وہ قیدی ہوں کہ سن سن کے مرے نالوں کو
روتے ہیں حال پہ میرے پسِ زنداں کتنے

دہن زخم سے کس کس کا کروں شکر ادا
ہیں مرے سر پہ تری تیغ کے احساں کتنے

تذکروں دشت میں ان سب کی زباں کیونکر
ایک ہیں آبلہ پا خار بیاباں کتنے

اس زمیں میں وہ غزل تو نے کہی ہے ناتک
جسکے سُننے کے ہیں مشتاق سخنداں کتنے

آہ تک شب فرقت میں اگر آئی بھی
ساتھ اُس شوخ کے ہو گی مری رسوائی بھی

تم جو پہلو سے شبِ وصل سدھارے اٹھکر
ہوش بھی ساتھ گئے تاب و توانائی بھی

قبر مجنوں سے یہ آتی ہے صدا بعد فنا
بیکسی بھی مری غمخوار ہے تنہائی بھی

عمر بھر پھرتے رہے منکِ جنوں طے نہ ہوا — دشت گردی بھی کی اور بادیہ پیمائی بھی

دیکھکر جلوہ ترے حُسن کا اے شوخ حسین — طالبِ دید بھی بیخود ہیں تماشائی بھی

وحشیِ عشق کا دنیا سے الگ ہے انداز — دیکھے ہیں سیکڑوں دیوانے بھی سودائی بھی

جان دیتا ہوں تو دل میں یہ خیال آتا ہے — ہوگی ہمراہ مرے آپکی رسوائی بھی

جائینگے بعد فنا قبر میں ناؔنک ہمراہ
حسرت و یاس بھی اور عالمِ تنہائی بھی

رات دن مانندِ آئینہ نظارا کیجئے — دل میں آتا ہے تمہاری شکل دیکھا کیجئے

موت سے پہلے تو رسم و راہ پیدا کیجئے — حضرتِ دل آپ پھر اُنکی تمنا کیجئے

وہ وفاداران اُلفت ہیں کہ مٹ سکتے نہیں — آپ تربت کو مٹاتے ہیں مٹایا کیجئے

سب سے پہلے کیجئے بے صبری کا کچھ علاج — ورنہ کس اُمید پر تیری تمنا کیجئے

ہجر میں مرنے کا ہم نے تو ارادہ کر لیا — بندہ پرور اب غرور ناز بیجا کیجئے

چشمِ شوق دید میں ہیں سامنے آتے نہیں — کونسا پردہ ہے یہ ایسا نہ پردا کیجئے

سالکانِ شہر خاموشاں پڑا ہیں بیخبر — دو قدم چلئے جہاں میں حشر برپا کیجئے

آپ تو شرم و حیا سے آنکھ اُٹھا سکتے نہیں — ہم سے کہتے ہیں ذرا ذکرِ زلیخا کیجئے

طالبِ دیدار ہوں میں حضرتِ موسیٰ نہیں — سامنے آجائیے مجھ سے نہ پردا کیجئے

میری حیرانی پہ ہنس ہنس کے یہ کہتا ہے کوئی
آ کے دنیا میں رہا ہر وقت محو خیال

مثل آئینہ ہیں ہر دم بند دیکھا کیجیے
چار دن کی زندگانی اور کیا کیا کیجیے

ہجر کی ایذاؤں کا ان سے بیاں بیکار ہے
کیوں ذرا سی بات کا ناحق فسانا کیجیے

ادائے مستی میں کچھ رنگ عالم نکلتا ہے
[illegible] سامنے وہ [illegible] میرا دم نکلتا ہے

ستم کر کے وہ اپنی تیغ کو جب [illegible] نکلتا ہے
[illegible] عالم نکلتا ہے

وہ وقت [illegible] آ کر
[illegible] دم نکلتا ہے

نگاہ ناز کا احسان [illegible]
[illegible] دم نکلتا ہے

سنا ہے وہ [illegible]
[illegible] دم نکلتا ہے

کیوں کسی [illegible] مایوسی [illegible]
[illegible] دم نکلتا ہے

سر بالیں کسی کا [illegible] کہنا
[illegible] دم نکلتا ہے

ادا [illegible] کشش [illegible] دل [illegible]
وہ [illegible] اور [illegible] دم نکلتا ہے

[illegible] ارمان [illegible] دل [illegible] نکلیں گے
نرالی شان [illegible] ارمان [illegible] دل [illegible] نکلیں گے

[illegible] نکلیں [illegible]
[illegible] نکلیں [illegible]

خدا جانے حسن تم نے اور تمکو ہیں نے مانگا ہے
جدا انداز اس سائل کے ہر سائل سے نکلیں گے

تعجب ہو رہا ہے اہل دل کو اسکے جینے پر
جو یہ سمجھے مری ارمان میرے دل سے نکلیں گے

وہ یہ فرما رہے ہیں دفن کر کے اپنے کشتوں کو
مسافر اب نہ یہ تا حشر اس منزل سے نکلیں گے

غم و درد جدائی نے کیا ہے اسقدر حیراں
نہ اشک آنکھوں سے نکلیں گے نہ نالے دل سے نکلیں گے

صفت جب ساقی گلفام کی لکھونگا اے نانک
عجب مضمون رنگا رنگ میرے دل سے نکلیں گے

بیدرد بھی وہ شوخ ہے درد آشنا بھی ہے
معشوق بھی ہے عاشق جور و جفا بھی ہے

ارماں بھی میرے قتل کا ہے حوصلا بھی ہے
تم سا ستم شعار کوئی دوسرا بھی ہے

کیا قہر ہے خلاف وہ روز جزا بھی ہے
آفت کا سامنا مجھے پیش خدا بھی ہے

دل کو حضور شوق سے تعزیر دیجئے
لیکن بتائیے کوئی اسکی خطا بھی ہے

یہ وجہ ہے جو قبر پہ آنکھیں کھلی رہیں
ارماں تمہاری دید کا بعد فنا بھی ہے

تنہا نہیں وہ شوخ مرے قتل میں شریک
انداز بھی غمزہ بھی ناز و ادا بھی ہے

جو چاہے جور کیجئے مجھ پر مگر حضور
اتنا رہے خیال کہ روز جزا بھی ہے

میری طرح سے ناز اٹھائے حضور کے
ایسا کسی کا دل بھی ہے یہ حوصلا بھی ہے

بیاں کے ساتھ جان نکل جائیگی مری
تیر ادا حضور کا تیر قضا بھی ہے

پردے میں رہ کے بزم جہاں میں ہے جلوہ گر
گو مجھ میں ظلم اٹھانے کی طاقت نہیں ہے
اب دیکھیں کس کی بات رہے سرخرو ہو کون
تیرے سوا یہ وصف کسی اور میں نہیں

روپوش بھی وہ شوخ ہے اور خودنما بھی ہے
لیکن کسی ستم کا زباں پر گلا بھی ہے
بالیں پہ وہ مسیح بھی ہے اور قضا بھی ہے
مشہور بے وفا بھی ہے اور باوفا بھی ہے

ناتک شبِ فراق میں کوئی نہیں ہے پاس
آزردہ وہ مسیح بھی ہے اور قضا بھی ہے

سوزِ غم سے اس طرح ہے داغ تاباں دل میں ہے
بزم میں دیکھا نیا یہ سوزِ الفت کا اثر
عشق کر کے اس طرح کے ہم کو جھگڑے پڑ گئے
دور سے جس میں نظر آتی ہے صورت موت کی
جل کے پروانہ نصیحت کر گیا یہ شمع کو

شمع روشن جس طرح شب کو تری محفل میں ہے
جو ہے گریاں شمع کی صورت تری محفل میں ہے
دل کشاکش میں ہے اپنا جان مشکل میں ہے
مثل آئینہ چھپا وہ خنجرِ قاتل میں ہے
ہائے وہ آں شب کا جہاں جیسے جو اس محفل میں ہے

ہے یوہیں آغوش میں ناتک مری وہ بحرِ حسن
جس طرح دل کا سفینہ دامنِ ساحل میں ہے

غرورِ حسن سے گر آپ گفتگو کرتے
کمندِ زلف اگر حلقۂ گلو کرتے

ابھی تو لا کے ہم آئینہ روبرو کرتے
وہ میری ساری سیروں میں آبرو کرتے

سمجھ کے غیر بھی گر آپ آبرو کرتے
تو دوستوں کی طرح خاطر عدو کرتے

نہ چھپتا راز زلیخا کے دست الفت کا
ہزار بار بھی یوسف اگر رفو کرتے

جو سنتے قتل کا فرمان کرتے سجدۂ شکر
ہم آب خنجر جلاد سے وضو کرتے

جو ہوتا مشق تصور میں کچھ کمال ہمیں
ترے خیال سے پہروں ہی گفتگو کرتے

بلاتے غنچے چٹک کر جو جاتے باغ میں تم
اشارے آنکھوں سے اپنی حباب جو کرتے

جو چند تار بھی ملجاتے میرے دامن کے
جناب قیس گریبان میں رفو کرتے

جو جانتے کہ ہے دل میں ہمارے تیری جگہ
تو دیر و کعبہ میں کیوں جا کے جستجو کرتے

زہے وقار ہوئیں تجھ سے طور پر باتیں
کلیم ہوتے تو ہم اُن سے گفتگو کرتے

نہ سیکھتے ہیں کبھی ہرگز نماز کرنے ترک
شراب ناب سے ہم زاہدا وضو کرتے

برآئی حسرت دل مرنے سے ترے ناٹک
ذرا سمجھ تو بھر اُن کو کیوں عدو کرتے

اوصاف مختصر ہیں یہ اُس خوش جمال کے
کھچتا ہے حق سے لوح کے سانچے میں ڈھال کے

اے دل طریق عشق ہو طے دیکھ بھال کے
بدنام ہوگا آنکھ سے آنسو نکال کے

آتے ہیں یاد وہ دن مجھے کیا کیا وصال کے
پچھتا رہا ہوں آہ سبھی ارماں نکال کے

بیتاب دل ہے عشق میں اُس خوش جمال کے
لاشہ مرا اٹھائیں احبا سنبھال کے

سب طالبان دید کی آنکھیں ہیں فرش راہ / کیوں رکتے ہیں حضور قدم دیکھ بھال کے
پھیلا ہی ہاتھ حشر میں آیا میں اسطرح / بوسے عطا نے لیئے دستِ سوال کے
ہنس ہنس کے زخم دل پہ چھڑکتے ہیں وہ نمک / پہلو نکالتے ہیں نئے اندمال کے
ہیں برق کیطرح نہ ہوں بیتاب کسطرح / سینے سے لیگیا ہے کوئی دل نکال کے
اللہ رے نزاکت دل مرا روتا ہی آجتک / وہ ہنس دیئے تھے تیر جگر سے نکال کے

ناٹک فراق یار میں یوں موت آ گئی
ارمان دل میں رہ گئے سارے وصال کے

عمر بھر لازم ہے تیرا غم رہے / خانۂ دل خانۂ ماتم رہے
ساقیا یہ بزم کا عالم رہے / پیش ساغر شیشۂ پُر نم رہے
ہجر کی شب کبھی نہ تنہا ہم رہے / ہر گھڑی ہمراہ درد و غم رہے
وہ مسافر ہوں جو مر بھی جاؤں میں / ساتھ میرے کاروانِ غم رہے
بڑھ گئے رکھ لی خونِ دل نے آبرو / جب مری آنکھوں میں آنسو کم رہے
وہ نہ آئینگے تو ہی اے موت آ / کوئی کب تک مبتلائے غم رہے
میرے مرنے کا تمہیں کب غم ہوا / بال پریشاں گیسوئے پُرخم رہے
آپکی ترچھی نظر سے ہے عیاں / دن اب اپنی زندگی کے کم رہے

آہ نانک مر گئے فرہاد و قیس
غم اٹھانے کو فقط اک ہم رہے

جب تم آؤ گے قیامت ہو گی — دور سب کفر کی ظلمت ہو گی
اے صبا تجھ سے شکایت ہو گی — گل جو شمع سر تربت ہو گی
غیر ہے شام سے حال بیمار — ختم کیونکر شب فرقت ہو گی
کس سے سنبھلے گا بھلا اے عیسیٰ — درد کی دل میں جو شدت ہو گی
وہی تقدیر کا لکھا ہے مری — اُن کے خط میں جو عبارت ہو گی
آپ ہٹ جائیگا سامنے سے — نزع میں غیر جو حالت ہو گی

وہ خفا ہو گئے ہیں اے نانک
زیست کی کونسی صورت ہو گی

غنی ہیں ایسے تری لطف کی نگاہوں سے — نہ منعموں سے غرض ہے نہ بادشاہوں سے
سمجھ کے کچھ نکل آتے ہیں اُن کی آنکھوں سے اشک — جو دیکھتا ہوں میں حسرت بھری نگاہوں سے
تمہارا کوچۂ گیسو ہے اسقدر تاریک — جناب خضر بھی ناآشنا ہیں راہوں سے
کسی سے چرخ جفا جو یہ ڈر کے کہتا ہے — خدا پناہ میں رکھے تری نگاہوں سے
الگ بلا کے سزا دیجئے مجھے اے دوست — نہ اور کوئی ہو واقف مرے گناہوں سے

برا بھلا نہ کہا کیجیے بسرِ محفل
زمانہ دیکھے گا مجھکو بری نگاہوں سے

ستم یہ خوب نہیں ہے سخن پہ بانیِ بیداد
الٹ نہ جائے زمانہ کسی کی آہوں سے

حیا بڑھی تو کہا قیس سے یہ لیلیٰ نے
کہ پردے اٹھتے ہیں محمل کے تیری آہوں سے

دعا رشید سے اکمل کو کیوں نہ دوں ناٹک
کہ جس نے کر دیا واقف سخن کی راہوں سے

دل میں ہر دم جلوۂ جانانہ ہے
صورت موسیٰ مرا افسانہ ہے

جان دے گا شمع پر پروانہ آپ
گر خیالِ ہمتِ مردانہ ہے

وادیٔ وحشت میں اے لیلیٰ نژاد
ایک اپنا قیس کا افسانہ ہے

مثلِ رندوں کے تمہاری چال کا
یار جو انداز ہے مستانہ ہے

اپنی توبہ کو زمانہ ہو گیا
بند مدت سے درِ میخانہ ہے

جامِ جم ساقی جسے کہتی ہے خلق
وہ ہماری خاک کا پیمانہ ہے

سوزِ غم سے دونوں شب کو جل گئے
شمعِ محفل ہے نہ اب پروانہ ہے

تم سنو تو شمع و پروانہ کا حال
کچھ عجب دلسوز یہ افسانہ ہے

رات بھر روتی ہے یہ ہر بزم میں
شمع کو ایسا غمِ پروانہ ہے

سوزِ الفت سے فراقِ یار میں
داغِ دل اپنا چراغِ خانہ ہے

کہتے ہیں سب دل کی وحشت دیکھ کر
یہ کسی کی زلف کا دیوانہ ہے

میں ہوں ساقی ایسا رند بادہ نوش
میرے دم سے رونق میخانہ ہے

شمع محفل کے قریب وقت سحر
اے صبا خاکستر پروانہ ہے

چرخ پر ثابت ہے دور ماہ سے
رات دن گردش میں یہ پیمانہ ہے

دل پہ جو نانک کیا کرتا ہے جور
اس ستم ایجاد سے یارانہ ہے

یہی کہتی ہے خاموشی بت شوخ ستمگر کی
بھلا گویا کبھی ہوتی ہے کہیں تصویر پتھر کی

بڑھی ہے یہ محبت رفتہ رفتہ اس دلبر کی
ہمارے داغ دل میں ہے چمک خورشید محشر کی

شکایت کیا برائی سامنے آئی مقدر کی
دیا دل آپ کو چھینا خطا یہ بندہ پرور کی

وہ محشر حسن رونے کا تماشہ آج دیکھے گا
الٰہی آبرو رکھنا ہمارے دیدۂ تر کی

ہمارا شوق دل اور خنجر ستم بتائے گا
طریق عشق میں حاجت نہیں ہے نامہ بر کی

کرو دعویٰ نہ یکتائی کا پہلے آئینہ دیکھو
نظر آئے گی تم کو اس میں شکل اپنے برابر کی

مرے دل سے ملا کر آئینہ وہ شوخ کہتا ہے
سکندر دیکھ دونوں میں صفائی ہے برابر کی

نہ چھوٹے تیر نظر سے دل جدا ہو کس طرح میرا
کشش الفت کی ہے قاتل یہ دونوں ہیں برابر کی

ملک جن و بشر سب جھکتے ہیں سنگ اسود کو
خدا کے اپنے گھر ہی کی ہے یہ توقیر پتھر کی

ملے گی آج تجھکو بھی سخن کی داد اے ناطق
تری جانب عنایت کی نظر ہے ہر سخنور کی

وابستہ زوال ہے اوج کمال بھی
میں باکمال ہوتا تو ہوتا زوال بھی

آنکھوں سے چھپ کے رہتا ہے کوئی کمال بھی
جب جانوں تم کو پاؤ نہ میرا خیال بھی

کس کشمکش میں پڑ گئی افسوس زندگی
جہاں ہے دل میں پاس بھی شوق وصال بھی

اب کوئی عرض حال کا موقع نہیں رہا
عرصہ ہوا کہ بند ہوئی بول چال بھی

دعوئ برابری کا کرے کوئی کیا مجال
تم بے نظیر بھی ہو عدیم المثال بھی

موزونئ خیال کی دنیا بدل گئی
اب جان کو وبال ہے حد کمال بھی

پردہ انجمن پہ ہجر کی ظلمت سے کھلا
ممکن جسے سمجھتے ہیں وہ ہے محال بھی

گم ایسا ہو گیا ہوں کہ کچھ بھی نہیں خبر
نا آشنائے حال ہے اپنا خیال بھی

مشتاق دید ہو کے گئے بھی تو کیا ہوا
آئی نہ راس آپکو برق جمال بھی

محشر میں کس زبان سے ہوتیں پشیمانیاں
نکلا جواب جنکے ہمارا سوال بھی

کس طرح اس سے عرض تمنا کرے کوئی
مشکل ہو جسکے سامنے اظہار حال بھی

ہم سے سیاہ کار عجب کشمکش میں ہیں
شوق گناہ بھی ہے تو خوف مآل بھی

دنیائے حسن و عشق میں وہ بدنصیب ہوں
پستی سے جا ملا مرا اوج کمال بھی

اس قدر پایا لکھنے پڑھنے میں یہ شاعری کا رنگ
نانک ہے بے نظیر بھی اور بے مثال بھی

تیرے قبضے میں جو میرا دل ویراں ہو جائے
پھر تو مٹھی میں محبت کا بیاباں ہو جائے

کچھ تو آخر نگہِ شوق کا ساماں ہو جائے
اُسکا عرفاں نہ سہی اپنا ہی عرفاں ہو جائے

شورِ فریاد سے فرقت میں ہے میری غرض
آپکا ظلم زمانہ پہ نمایاں ہو جائے

طولِ زینت کی دکھیں ایامِ شباب
پھر یہ مقصود کہ آئینہ بھی حیراں ہو جائے

تیرے وعدے پہ جو پابند میں ہو کر بیٹھوں
خود میرا گھر ہی مجھے صورتِ زنداں ہو جائے

دل کہ جسے ذرۂ ناچیز جہاں کہتا تھا
ابھی چاہے تو یہی حشر کا میداں ہو جائے

حُسن کو روزِ ازل سے تھا یہی تو مقصود
ہستیِ عشق کا ہر ذرّہ پریشاں ہو جائے

کھلکے پردے سے نقاب اُسنے اُلٹ دی شب کو
روشنی کچھ تو سرِ گورِ غریباں ہو جائے

روح کو پڑ گئی پھر جذبِ جفا کی عادت
دل میں جو آئے ترا تیر مری جاں ہو جائے

کوئی جانے کبھی شوق سے پھرا تو زاہد
متصل خلد کے گر کوچۂ جاناں ہو جائے

وہ جو دمبھر کو چلے آئیں مری بالیں تک
مرحلہ موت کا جلدی کہیں آساں ہو جائے

اس کو کہتے ہیں جنوں یہ ہیں کراماتِ جنوں
ہاتھ جس چیز پہ پڑ جائے گریباں ہو جائے

اصل میں دہر کا تماشا تو یہی ہے نانک
کبھی ظاہر ہو کبھی آنکھ سے پنہاں ہو جائے

دل صر آئینہ دار دیکھئے کب تک رہے
مسکنِ عشوۂ یار دیکھئے کب تک رہے

طرفہ یہ نانک بہار دیکھئے کب تک رہے
سینے میں دل داغدار دیکھئے کب تک رہے

عشق میں دل بیقرار دیکھئے کب تک رہے
تیرِ نظر کا شکار دیکھئے کب تک رہے

ہے کبھی تیغِ یار دیکھئے کب تک رہے
زندگی مستعار دیکھئے کب تک رہے

جوشِ جنوں میں بہار دیکھئے کب تک رہے
جامۂ تن تار تار دیکھئے کب تک رہے

ہجر میں دل داغدار دیکھئے کب تک رہے
فصلِ خزاں میں بہار دیکھئے کب تک رہے

مر کے بھی دل بیقرار دیکھئے کب تک رہے
جنبشِ لوحِ مزار دیکھئے کب تک رہے

فتنے اُٹھے جا بجا ہو گیا محشر بپا
شوخیِ رفتارِ یار دیکھئے کب تک رہے

آمدِ جاناں سے دل ہو ہی گیا نا اُمید
موت کا اب انتظار دیکھئے کب تک رہے

نانک خستہ جگر، فرقتِ دلدار میں
گریۂ بے اختیار دیکھئے کب تک رہے

لائی ہے فصلِ بہار ہی سوئے میخانہ مجھے
ساقیا دے آج پیمانہ پہ پیمانہ مجھے

تیرے صدقے ہوں دکھا دو چشمِ مستانہ مجھے
رکھو نہ ساقی ساقی آج بھر دم پیمانہ مجھے

دیکھنا نیرنگِ الفت کے یہ نقشے دیکھنا
جس کا شیدا ہوں وہی کہتا ہے دیوانہ مجھے

بیٹھے ہی دونوں جہاں کی سیر ہو پیشِ نظر
تیرے صدقے آج تو بھیجا دو پیمانہ مجھے

جلکیا سوزِ محبت سے مگر اُف بھی نہ کی
شمع رو کیونکر نہ سمجھیں اپنا پروانہ مجھے

چشمِ ساقی کے تصور میں کبھی جو سو گیا
خواب میں آیا نظر اک خم و پیمانہ مجھے

طول ہو یارب شبِ ہجراں کو میری طول دو
ختم کرنا ہے غمِ فرقت کا افسانہ مجھے

میکشو بتلاؤ تم مجھکو نہ دو یہ کمال
کیوں دیا منہ پھیر کر ساقی نے پیمانہ مجھے

ڈھونڈھتا ہوں اُن کے کوچے میں جو میں اُنکے قدم
راہرو نانک سمجھ لیتے ہیں دیوانہ مجھے

آہ بھی ہر دم ہے لب پر نالۂ شبگیر بھی
میں بھی رسوا ہو رہا ہوں اے بتِ بے پیر بھی

کچھ سبب اسکا ہی اے دلبر کہ بے تقصیر بھی
مجھ سے تو بھی ہے کشیدہ اور تری تصویر بھی

دیکھنے والوں کو ہو جائے نہ سودا زلف کا
ساتھ میرے دفن کرنا پاؤں کی زنجیر بھی

ہو سکے مضطر اسطرح اے دل نہ آتا وہ کبھی
کچھ اثر نالے کا ہے کچھ آہ کی تاثیر بھی

وائے مرگِ ناگہانی رہ گئی دل ہی میں مرے
آرزوئے تیر بھی اور حسرتِ شمشیر بھی

ہر جراحت کا مزا قاتل ہمارے دل سے پوچھ
اسنے زخمِ تیغ بھی کھائے ہیں زخمِ تیر بھی

آتا ہے کس شان سے محشر میں دیوانہ ترا
ہتھکڑی بھی بیڑیاں بھی طوق بھی زنجیر بھی

دیکھ اے بت ہے یہ دونوں کی خموشی کا سبب
بے زباں ہیں یہ ازل سے لوح بھی تصویر بھی

پیش ہو اور خونِ ناحق کی شہادت کیلئے
ہو گئی گویا تیغ بھی قاتل زبانِ تیر بھی

پڑھکے نامہ اسنے قاصد سے خفا ہو کر کہا
کیا لکھوں کیا کیا نشاں ہے تیری دشمنی کے پاس
پیش داور خون ناحق عاشق دلگیر کا
خسرو ملک جنوں ہے قیس تنہا تو نہیں

آج سے موقوف ہے تحریر بھی تقریر بھی
تو بھی دل میں ہے بغل میں ہے تری تصویر بھی
ہوگا دامنگیر بھی قاتل گریباں گیر بھی
اس علاقہ میں مرا منصب بھی ہے جاگیر بھی

اس طرح میں تو نے اے ناتک کہی ہے وہ غزل
جسمیں پیدا رنگ ناسخ بھی ہے طرز میر بھی

ارمان دل تصور جاناں میں رکھ لیے
دو دو کے چشم دل سے جو موتی بنا لیے
افسوس وہ بھی ہجر میں خانہ الٹ گئے
شکوے کیے جو داور محشر کے سامنے

جا بیٹھو کسی کے دیدہ حیراں میں رکھ لیے
گریہ نے لیکے گوشہ داماں میں رکھ لیے
ارماں سمجھ کے جو دل ویراں میں رکھ لیے
ظالم نے وہ بھی چشم پشیماں میں رکھ لیے

ناتک کل سخن کی بڑی تم نے قدر کی
دامن بھرا تو جیب و گریباں میں رکھ لیے

صدمے ہزار عشق کے آفات کے لیے
کیوں شاد ہوں نہ حسرت دل وصل یار سے
رحمت سے اپنی جسکو وہ جی چاہے بخشدے

آفت تک زبان سے نکلی نہ کسی بات کے لیے
ورنہ ہم و عاشق کی قسمتیں آئی بات کیلیے
سمجھیں سمجھ نہیں ہے کسی ذات کیلیے

حاصل سوائے خاک نہیں جب مزا ملا
ارمان وصل دل سے نکلا شب فراق
جبتک رہیگی پرسش اعمال حشر میں

نانک بتوں سے عشق
کعبہ سے گئے نہ قبلہ سے

ہمیں دیکھنا خود ہی آتا نہیں ہے
خبردار رہنا مریض محبت
ستم اور ستم کرکے ہنسنا کسی پر
تری کوششوں پر ہیں صدقے مسیحا
قدم کوئے جاناں میں رکھنا سنبھل کر
ستم ڈھاؤ یا رحم سے پیش آؤ
سے تم خدائی مری ہاتھ آئی
کسی کی محبت میں دیوانہ ہونا

محبت میں نانک نہ ہم
کسی پر کسی کا اجارہ

شہید ناز کی میت عجب عبرت کا عالم ہے — برہنہ سر کوئی حسرت کوئی مصروف ماتم ہے

تجاہل سے ہر اک پوچھتے ہیں میری لاشہ پر — ہزاروں حسرتیں سوجھی ہیں کس کا ماتم ہے

تماشہ بنتے ہیں آپ بھی اپنی جفاؤں کا — اگر زخم جگر میرا تماشاگاہ عالم ہے

نہ ہو اہل زمیں کو غم مرا یہ ہو نہیں سکتی — وہ تڑپیں بجلیاں وہ آسماں پر میرا ماتم ہے

عطا کرنی ہی کیا کیا ولولے وحشی گیسو کو — خدا رکھے بڑی فیاض تیری زلف برہم ہے

مدوائی ناامیدی آج تو ہمت دکھا اپنی — نگاہ یاس سے کرنا اجل کا خیر مقدم ہے

نہ آنکھیں کھل سکیں لیکن کہا بیمار نے اتنا — جو وہ بالیں پہ آئے ہیں تو دردِ دل بہت کم ہے

غزل ٹکڑیا میں لکھنا اور نانک اس طرح پڑھنا

خدا رکھے زمانہ میں غنیمت آپ کا دم ہے

گو شور مچایا مری شوریدہ سری نے — آنے نہ دیا ہوش مگر بے خبری نے

دی جلد خبر اس کو یہ قاصد سے نہ ہوتا — کیا کام کیا آج نسیم سحری نے

پژمردہ کیا آج مرے غنچۂ دل کو — اے نخل تمنا تری اس بے ثمری نے

دل نے تو کیا ہجر میں پہلو سے کنارہ — پر ساتھ دیا شدت درد جگری نے

اے شوخ ستمگر مری بیتابی دل سے — صدمے تجھے پہنچائے ہیں درد جگری نے

سن کر مری فریاد کو دل دکھ گیا ان کا — تاثیر دکھائی ہے یہ آہ جگری نے

آئیں گے تڑپتے ہوئے ہم آپ کے در پر | بے چین کیا اور جو درد جگری نے

کچھ جان کے میں شور مچاتا نہیں ناتک
مجبور کیا ہے مری شوریدہ سری نے

تمام شد دیوان ناتک

دیوان ناتک ملنے کے پتے

(۱) شیونندن پرشاد ماتا پرشاد پیپر مرچنٹ چوک بنارس،

(۲) بشیشر پرشاد اینڈ سنس چوک بنارس سٹی،

کیونکہ اکثر حضرات وی پی واپس کر دیا کرتے ہیں ،

تفصیل مال

۱ تھان چکن ہر قسم [illegible] روپیہ سے [illegible] روپیہ تک ،

۲ ٹکڑے چکن کے ہر قسم [illegible] روپیہ سے [illegible] روپیہ تک ،

۳ ساڑی ہر قسم [illegible] سے ۱۰۰ روپیہ تک ،

۴ چادر ہر قسم [illegible] روپیہ سے ۱۰۰ روپیہ تک ،

۵ ڈوپٹہ ہر قسم [illegible] روپیہ سے [illegible] روپیہ تک ،

۶ کرتا ہر قسم [illegible] سے ۱۰۰ روپیہ تک ،

۷ رومال دستی [illegible] سے [illegible] تک ،

۸ رومال بڑا [illegible] سے [illegible] روپیہ تک ،

۹ ٹوپی کے پلّے [illegible] سے [illegible] روپیہ تک ،

علاوہ اشیاء مندرجہ بالا انگریزی چیزیں بھی ہمارے یہاں سے ملیں گی مثلاً

باڈی ٹیبل کلاتھ سایہ ۔ گون ۔ فراک وغیرہ وغیرہ ،

ملنے کا پتہ ۔ نانک چند نانک ۔ چوک لکھنؤ ۔

نوٹ ۔ دیوان ہٰذا بھی اس پتہ سے مل سکتا ہے ۔